

مُحبت ساری زندگی کے لئے

کو الٹی بہت اچھی نہیں، ریکویسٹ پر اپلوڈ کیا گیا ہے

ایم سلطانہ فخر

پاک مومنٹی ڈاٹ کام

# حجرت ساری ساری گزری گئی

کی ایک سردی لہر پورے بدن میں سرایت کر گئی۔  
وہ دم بخودی کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔  
”یہ اس وقت شام کے اس جھٹلے میں کمال  
کے ارادے ہیں کہ کہاں جا رہی ہو اتنے چوری لمحے  
اس نے اپنا منہ اس کے کان کے قریب کر لیا۔“

”ارے تم دھونی!“  
ایک تو اچانک ہی بایشیلو کے قریب ہی کار  
کے بریک زور سے چرچرائے اس پر اس کی آواز  
جسے ہزار فریحت اور ناپسندیدگی کے باوجود وہ ابھی  
طرح پہچان سکتی تھی۔ اس کا ادھر کا سانس ادھر اور  
بچے کا پیچہ رہ گیا۔  
اس کی طرف دیکھنا تو کجا مڑا تک نہ گیا۔ خوف





مفتی عزیز انداز میں فرجاء جواب میں وہ اپنے عقیدت  
اور ناگوارگی پر طبل کا بوسہ کر دیا اور فرجاء نے بول۔  
وہ۔۔۔ بس وہ میں سلطہ چاکے کھڑے جا رہی

تھی۔ یہاں کے گھر جانے کی ایسی کی ضرورت پڑ  
گئی۔ وہ جہاں کی گھر میں قبیلہ چاکے سے مل کر رہ  
کر رہے وہاں کو اپنے تئیں تھا۔

[illegible]

یہ ایک اور ایک اس کا وارو ہو جانا اس  
سیدھے سوالات اور چہرے تکلف ہونے  
سہ کے ساتھ ساتھ تم کہہ کر غائب زناوہ

وہ کہہ کر اسے برسی طرہ کھل رہا تھا اس  
نے لاڈ میں اس کے اچھے خاٹے نام  
دیکھا کہ وہ صحت کتنا کیا شرفیہ کیا کر ایک  
اسے اس نام کے پکارے تھے۔

یہ تو خیر اگر وہاں کے بھی جانتے ہو تو اس  
لوگتوں کے میں کارے کر آگیا ہوں۔  
ہیں تمہیں، چاکر کہاں ڈراپ کر دیتا ہوں۔

یہ تو جس شخص سے آپ بالکل تکلیف نہ کریں۔  
یہ بل جگڑوں کی ہے فقیرہ پورا کرنے کے

سید کو مزید کہہ کے شکا متوقع دیے بغیر  
اسے آگے بڑھائیں مگر وہ ایک غیب غفوب  
حاصل تھا کہ از کم دوشا کا اسیر نہیں اس

یہاں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ  
 معاملہ بھی تھا۔ اس لیے وہ کسی قیمت  
 پر ڈیڑھ گھنٹے کی پٹری کو قبول  
 کر رہا تھا۔

میں نے دن وصال کیا تھا۔ مقررہ وقت پر پہلے  
 لکھنے پروردگار کی تعظیم کو کیا ہی ماکھ  
 تاکہ : یہ بخوار ہے جبر

سرخ لبادے میں لٹ لیا تھا۔ کچھ بجائے یہاں  
جلدار بیدار منہ کی لڑکھٹل اور کچھ سید کے  
انکڑ نکول کی وجہ سے اس نے اپنی رفتار مزید  
تیز کر دی تھی کہ چاکر بس تھوڑے فاصلے پر  
چلا اور اسے دو چند قدم ہی آگے دھک

کے بلزد کو اپنی سخت اور مضبوط گرفت میں لے کر  
 حالہ سے لے کر بولے۔

جلائے ہوئے چھین بھین میں  
میں نے تم سے کہا سنا کر میں تمہیں ڈراپ  
رہتا ہوں یہ ادا اس کی اس مجنونانہ حرکت  
دل ہی دل میں لرز اٹھنے کے باوجود وہ تیز  
میں گولی۔

مگر میں نے کہا تو دیا تھا کہ میں وہاں کر کے جاؤں گی تو پھر؟ مگر سید نے اس کا فقرہ راندہ ہونے دیا اور فرما کر بولا۔

اس نے ایک جھکے سے اسے اپنی طرف کھینچا۔  
 چونکہ گناہگار کو دروازے سے جانکرانی

یہ فلوٹا دکر نکالے اس کی کاریں بیٹھنا ہی پڑا۔  
 رید نے خاموشی سے کار آگے بڑھائی۔ مگر کار کو  
 لانے چاہا کہ گھر کی سمت نہیں موڑا تھا۔ البتہ وہ

تو دھیمی رفتار میں کار چلا رہا تھا۔ مینے کے اندر  
بھی دنیا کا دل زور سے دھک دھک کر رہا  
۔ اس کا خیال تھا کہ آگے جا کر وہ کار کا رُخ  
کے گھر کی طرف موڑے گا۔ اس نے زبردستی اسے

کار میں بیٹھنے پر مجبور کیا تھا۔ خائف ہونے  
ساتھ ساتھ وہ اس سے محنت بد ظن بھی ہو  
تی۔ اور سب سادھے بیٹھی تھی مگر کچھ ہی دیر

میں نے ایک زوردار ہنگامہ بھڑکنا۔  
میں جھارتی باتوں سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں  
میں بالکل اعتماد نہیں کرتیں۔  
میں کا دل جہاں صاف صاف دیکھ سکتا ہے۔

ہیں کرتے۔ مگر موقع کی نزاکت کے پیش نظر

اسے کتنا پڑا :-  
 نہیں خیر ایسی تو دور تک کوئی بات نہیں :-  
 اچھا تو پھر میرے ساتھ آتے ہوئے آگیا  
 کرتے کیوں رہی تھیں :- اس نے ہنستے ہنستے بیجے  
 مر رہا :-

میں پوچھا۔  
 میں نے کہا کہ تو نہیں رہی تھی، وہ اصل میں  
 میری کسی سوتیلی بہن نہیں تھی۔ اور پھر بچا کا  
 گھر دور ہی گشتا ہے، ویسے جی دانک کرنا صحت  
 کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

اس نے یوں کہا جیسے اس کے سول کا یہ جواب  
اس نے چلے سے تیار کر کے رکھا تھا۔  
سنو ٹائی ڈیر و حوں؛ تمہیں اتنا بتا دوں کہ  
میں غلط کہتا ہوں نہ سنا ہی پسند کرتا ہوں۔ تم

میں نے کئے معاہدے میں غرض بڑھ رہی تھی  
میں نے متعدد بار کہیں عمر اور معیہ کے ساتھ  
وقت بے وقت ہر جگہ گھومتے پھرتے دیکھا  
وہ کٹ دار لیے میں بولا۔

کے ساتھ قبیلہ گھمڑی۔ وہ تو کسی اور جگہ جانا یا شانگ کر رہی ہے تو میں دونوں میں کتہ رنگ کو لے آئی ہوں۔ توں بھی وہ دونوں

کسی ایک کو بلائی ہیں۔ یوں ہی وہ دونوں  
فرسٹ کزنز ہیں اور مجھ سے عمر میں ایک دو  
چھوٹے ہی ہیں۔ وہ تھنی سے بولے۔ جبکہ ہم  
اس سرفال تھے۔

نا۔ اصل میں تو تم میرا فیور لینا پسند نہیں کرتے  
میں تمہاری نظروں میں نہایت ہی گزریا انسان

اس نے لیجے میں شکوہ نہیں کر سکتی تھی۔  
نہیں نہیں ایسی بھی دور تک کو  
نہیں وہ کہا کر لولہ۔  
اوسہ اس کو تو کوئی بات نہیں، وہ

اور یہ! ایسی تو فحش باتیں  
دور تک کوئی بات نہیں۔ میری سچی اور  
بالوں کا بس تھارے پاس ہے جواب  
کیونکہ تم منہ در منہ دل کی بات تو کہہ رہی

لیکن میں اپنے بارے میں تبدلے کے دلی  
تھے بخوبی واقف ہوں۔ مرنے نہ صرف

عمر بڑھتا ہے تو ہر ماہ میں کھانے کی مقدار میں کمی ہونی چاہیے۔  
ان کھانوں میں سے کچھ ایسے ایسے ہونے چاہئے جو  
میں ان کو سہولت دیں کہ وہ ان سے لذت لیں۔

وہ بات کرتے کرتے ایک دم ہی جذب میں آگئے۔ اس کے پیچھے کی گاڑی سے وہ سر ہٹا کر زبانی ملکہ تھی جیت کھنڈار اور موقع شناسی نڈامت جبر سے میرے میں ٹولی۔

یہ کہیں ہوں۔  
 اے اوزہ تو! آپ نے میری جان باقی رکھا ہے  
 خط مطلب یہ ہے کہ وہ تو ایک وقت میں  
 تھی۔ میرا مطلب ہے میں نے وہ جو کہہ  
 تھا۔ وقت نکلتے کے تحت کہا تھا میں

میرے ذرا سے مذاق پر سب کے سامنے

یہ سب کچھ کہہ کر وہ اپنے گھر چلا گیا۔

سب سے بڑا گناہ تھا۔ اور وہ بعض حقائق تھے۔  
 وہاں اور دوسروں کو گالیاں بکتا اور  
 کہتا کہ یہ تمہاری باپ ہے۔ کیا ایسا نہیں  
 نے ختم نہیں ہونے میں کہا۔

اپنی جنت مٹانے کو کہا تھا۔ آپ  
سامنے تیسری کرسی انٹل بھی لوگی تھی

مزیہ اپنی صفائی میں کیا۔  
 اچھا تو گویا ایک ذرا سا تپتا  
 تم نے اپنے دل کا خباثتوں کا کھانا  
 تصویر کی درخت دیکھ کر میری جگہ کوئی

نصویر کی طرح تیار یا بنیے ہی بلا ذکر کر کے  
کے تحت یا جملہ نام سے لے کر لکھے اور کیا  
تجھے نہیں بتاؤ گی میں تباری نظری

میرے چہرے پر تھیں یہ آنکھیں  
توڑ گیا تھوڑا بے تحاش اور بے رحم



نہیں آتی۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ مایہ نری اتنی  
 تجربہ کرنے سے قریب ہی رہی ہوگی۔  
 وہ اس کے گھر سے جوتے پورے دیکھ کر بولی  
 جان سے لڑنا لگی۔ کہ مجھ میں ہی ڈاکا لگا ہوا ہے  
 جس کے قریب کے خوف سے وہ تو یہ  
 میں بول گئی تھی کہ اس نے اسے چلا کے یہاں  
 ڈاکہ کرنے کی طرف سے اپنی گاڑی میں بٹھایا تھا  
 انداز سے قوری طور پر چلا کے یہاں ڈاکہ ہوتا  
 تھا۔  
 جبکہ وہ شخص میں اگر گاڑی کو کسی نامعلوم  
 اڑانے لے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ خوف۔  
 گھبراہٹ کی حالت میں بولی۔  
 نہیں نہیں۔ خدا ڈرے میں آپ کی فکر  
 کیوں کرتے ہیں۔ وہ تو بس ایک وقتی سا  
 اہل تھا۔ میں پھر میں سخت شرمندہ ہوں نہیں  
 بلکہ معذرت خواہ ہوں۔ مگر مگر مجھ کا گھر تو بہت  
 پیچیدہ کیا ہے۔ قریب قریب یہاں ڈاکہ ہوتا  
 تھا۔  
 اور پھر وہ گھبراہٹ سے کہنے لگی۔  
 قریب قریب یہاں ڈاکہ ہوتا تھا۔  
 زمین تکلی می آتی نامعلوم اس کے کیا ارادے  
 ہیں۔ اور یہ کیا چاہتا ہے اس نے ہم کو دل میں  
 سرچا اور پھر لڑ بھڑکی آواز میں بولی۔  
 لیکن لیکن اس وقت میرا بچا کے یہاں  
 جانا بہت ضروری ہے۔ وہ اصل میں کیڑے  
 شادمان جہاں کا لون آیا ہے۔ چاکے یہاں  
 ہو کہ فون نہیں ہے اس لیے انہوں نے اتنی  
 سے کیا تھا کہ کسی کو بھیج کر چاکے یہاں بھیجیں  
 کیونکہ ایک گھنٹے بعد وہ پھر فون کریں گے مگر  
 میں اس وقت کوئی موجود نہ تھا اس لیے اتنی نے  
 مجھے یہ دیا۔ ویسے اب کیا بات کرنا چاہتے ہیں

آپ جبکہ میں نے تو اپنی صفائی چھٹی کر کے  
 ساتھ ساتھ آپ کے معذرت بھی کر لی تھی۔  
 جانے کیے اور کیونکہ وہ یہ بات کہہ گئی جبکہ ہم  
 تو یہی طرح ہی ہوتی تھی۔  
 جواب میں وہ خاموش رہی۔ ابھی گاڑی کی  
 رفتار مزید تیز کر دی تا معلوم کس سوئی میں تھا  
 اور کیا ارادے تھے اس کے۔ دونوں پر ہنسنا  
 مڑنے لگے۔ کہہ دیتے کہ تو اس سے کہہ لو کہ  
 میں۔ پھر وہ بجا بہت بھرے لیے میں بولی۔  
 دیکھیں پلینز۔ چاکا کو اطلاع کرنا بہت ضروری  
 ہے۔ شادمان بھائی کینڈا سے پہلے باہر چائے  
 فون پر بات کریں گے چاکا ان کی طرف سے بھرے  
 پریشانی ہیں۔ دیکھیں پلینز آپ کچھ کی کوشش  
 کریں۔ جواب میں ان سنی کوسے جوتے اس نے  
 گنگ نا شروع کر دیا۔ اور پھر وہ کار کو نامعلوم کس  
 سمت اڑانے لے جا رہا تھا۔ اب سو رہی ہیں وہاں  
 چاکا تھا اور شفق کے شگونی رنگوں کو شب کے  
 اولین لمحات کے دیویدی آچل نے اپنے اندر جذب  
 کر لیا تھا۔ وہ ہر اسان ہو کر بار بار پہلو بدل رہی  
 تھی۔  
 ہو ہو۔ چاکا کو اطلاع دینی بہت ضروری ہے۔  
 اگر اسی پیغام رسانی میں تم جیسی خوبصورت اور  
 جوان لڑکی کسی بدعاش کے ہاتھ لگ جاتی تو  
 وہ یا تو تمہیں جلیوں میں مسل کر رکھ دیتا یا اپنے  
 جنون شوق سے انہم میں حسین تیلیوں کی طرح کہیں  
 محفوظ کر کے رکھ لیتا۔  
 ان۔ اس کی اس بات نے خوف کی ایک  
 سردی لہر اس کے بدن میں دوڑادی۔ خوف کا ایک  
 گولہ اس کے حلق میں چھنس گیا اس لیے کہ پھر  
 تک وہ بولنے کے قابل نہ رہی۔ پھر پھنسی چھنسی  
 آواز میں ہنسی اس نے کہا۔  
 وہ۔ وہ تو شک ہے لیکن اگر ایسا ہی کوئی  
 خدشہ لاحق ہوتا تو اتنی مجھے کسی تنہا چاکے گھر نہ  
 بھیجتیں۔ وہ خود ہی بہت محتاط انداز میں سارا  
 وہ اپنا علاقہ ہی تو ہے۔ سب ایک دوسرے  
 سے واقف ہیں۔ میں تو چاکے یہاں تقریباً ہر

تیس سے چھ۔ وہ معنا ہی جاتی ہوں۔  
 اچھا تو شادمان کی موجودگی میں بھی قہقہا  
 کے یہاں ہر دوسرے تیس سے بولنے جاتی تھیں۔  
 اس نے بھگت پر سوچا سدا سوال کیا مگر اس کے  
 لیے میں جو کھٹکھی تھی۔ اسے وہی بھونکھوس  
 کرتی تھی۔  
 جی ہاں۔ بلکہ شادمان جہاں جب یہاں  
 تھے تو قہقہے میں روزی بچا کے یہاں جاتی تھی۔  
 اصل میں شادمان جہاں کی کوئی بہن نہیں تھی۔  
 اس لیے وہ کزنز کو بہنوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔  
 اس نے اس کے فون کی پیمائش کیے بغیر نہایت  
 سادگی سے حقیقت بتائی۔  
 "اور آتی سی؟ اس نے جنویں اچھا نہیں۔  
 ویسے آجکل عمو مارکیاں جہاں کب کر رہا  
 ہی مردوں سے رشتے داری قائم کر لیتی ہیں۔ اصل  
 میں مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا یہ بھیجی  
 ایک ٹیکٹ ہوتا ہے۔ اور یہ جو کزن براہ راست  
 ہیں ان سے تو خدا ہی بچائے۔"  
 جی نہیں شادمان جہاں مجھے بھائی کی طرح  
 عزیز ہیں۔ اور میں اتنی گری ہوئی فون سے نہیں  
 رکھتی کہ ان کے ساتھ کوئی غلط رشتہ رکھاؤں۔  
 پلینز آپ اب تو مجھے چاکے یہاں ڈاکہ کر دیں۔  
 یہ اب تو ہے کیا مطلب ہے تبارا بھائی اس  
 نے طنز سے ہنس کر پوچھا۔  
 کو۔ کچھ بھی نہیں۔ وہ اصل میں اتنی نے چلتے  
 چلتے سختی سے تاکید کی تھی کہ چاکا کو ساتھ لے کر  
 واپس آجانا۔ اب مجھے دیر ہو گئی تو وہ پریشان  
 ہوں گی فون میں تاریکی برقی نہایت ہے۔  
 "اور پھر بڑا احساس ہے کہ میں ان ساری  
 نزاکتوں کو لیکن مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہ سارا  
 احساسات کس وجہ سے ہو رہے ہیں۔"

کہہ رہی تھی تو اس کا دل بھارت بھارت  
 سے جہاں ایک سادہ سادہ حلقہ کے چھوٹے  
 میں بیکوٹے کھانا رہا ہے جب اس سے مزے  
 نامور ڈاکا تو وہ کزنز ہی آواز میں بولی۔  
 "اچھا ایسا کریں کہ آپ مجھے کبھی گھر لے  
 کر دیں۔ کچھ میں نے کون اتنی سے کہا تھا کہ میں  
 یہاں تو کسے کسے ہاں کی منٹ میں آتی ہوں۔ مگر  
 اب تو اب تو اتنی واقف پریشانی چھو رہی ہیں  
 میں۔"  
 "جی جی۔ یہ تو واقعی بڑی پریشانی کی بات  
 ہوگی۔ حالانکہ اس کے لیے کہہ کر ہاں کی منٹ ہوگی  
 والہی میں نامعلوم نہیں کتنے کھٹکے لگ جاتیں  
 یا پھر وہ بھی نہیں۔ وہ آخر اتنی سے انداز میں  
 بولتا۔  
 "میں۔" وہ انداز میں اندر بولی اٹھی۔ اتنی  
 میں پہلی بار سر اس سے انداز میں اس کی طرف  
 دیکھا۔ وہ سانسے سانسے پر لکھوں مگر کبھی کار  
 ڈاکہ نہ کر رہا تھا۔ اس کے اپنے اپنے فون سے  
 جیسے پریشانی کوئی تاثر نہیں تھا۔ جس سے وہ  
 کچھ فون اندر کرتی۔ وہ اپنے فون میں خوبصورت  
 مانا جاتا تھا بلکہ حقیقتاً تھا جس مگر ایسی خوبصورت  
 جھلاکس کام کی جو دوسروں کے لیے باعث آزار  
 ہو یا اس نے سخت کبھی دل میں سوچا۔  
 کار جو جوں آتے بڑھتی جا رہی تھی۔ اس  
 کا دل ڈوبے جا رہا تھا۔  
 دیکھیں پلینز مجھے میرے گھر پر ڈاکہ کریں۔  
 میں کان پر ہر طرف سے کرتی ہوں اب کہیں تنہا گھر  
 سے نہیں لکھوں گی۔ اور چاکے یہاں تو بھول  
 کر بھی نہیں جاؤں گی۔ وہ رندھے کوسے گئے کے  
 ساتھ بڑھی عاجزی سے بولی۔  
 "اچھا چھا۔" وہ عجیب سے انداز میں  
 ہنسا۔  
 "پلینز سدید بھائی: یو آر سو۔ وہ معلوم کیا  
 کہ چاکا اتنی تھی۔ مگر سدید نے تیزی سے چلتی ہوئی  
 کار کو ایک دم ہی جو بریک لگایا تو وہ جھونک کھار  
 ڈشیں لڑنے لگے جاکھلائی۔  
 سدید نے کار کی اسپید مزید تیز کر دی۔  
 پاکیزہ بھلا ۲۲ جنوری ۱۹۹۱ء



کہتے ہیں۔ تو کہہ غلط نہیں کہتے۔ اور میں تو جلدی  
 بڑی خصلتوں کو اچھی طرح جان گئی ہوں کہ تم انہیں  
 بہت ذہنیت اور بد فہمت بھی ہو۔  
 وہ نیابت کسب کی کے ساتھ یہ ساری باتیں  
 دل میں سوچ کر رہ گئی۔ زبان سے تو ایک لفظ بھی  
 نہ نکلا تھا۔  
 میری ایک حادث اور بھی ہے یہ سہیلہ نے  
 کہہ کئے تھے کہ تیرے منہ کھولا۔ مگر دینیانے اسے  
 مزید کہہ کئے کہ سوچ ہی نہیں دیا۔ ترقی ہو جانے  
 کے سے انداز میں قدر سے جھکا کر لولی۔  
 بلکہ اب تو مجھے گھر ڈراپ کر دیجئے اور اگر  
 آپ کو شادمان جانی یا کسی اور کے معاملے میں بھی  
 مجھ پر شک ہے تو میں حلف اٹھا سکتی ہوں یا پھر  
 آپ جو بھی قسم کھوانا چاہیں، کھانے کو تیار ہوں۔  
 دیکھیں یہ سب کہہ کر میں خود کو اپنی ہی نظر دل  
 میں غرا ہوا غصوں کی گڑھی ہوں۔ کیونکہ میری غیرت  
 اور خود داری ایسی گڑھی کی باتوں کی متحمل نہیں  
 ہے۔ میں اس وقت خود کو غیر محفوظ محسوس کر  
 رہی ہوں۔ مجھے اپنی عزت  
 اور اس نے ایک بار پھر تیز رخسار میں چلی  
 ہونے لگا کہ اچانک بریک دیا تو دینیانہ ہی نہیں  
 خود کار بھی ادھر ادھر لگا کر رہ گئی۔  
 اپنی عزت کا حوالہ نہ دو جانے تہا دی عزت  
 مجھ پر جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یہاں سے ہمارے عزت  
 تو ایک طرف تہا دی ایک ذرا سی تکلیف پر میں  
 اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔ آئندہ کبھی بھول کر  
 بھی یہ خیال دل میں نہ لانا کہ میری ذات سے تمہیں  
 کوئی شک پہنچ سکتی ہے۔ اب۔ اب میں تمہیں  
 کے احساس دلاؤں۔ مجھے بھانوں کر میرے دل میں  
 تھامے لیے جذبات کی ایک بھی سی سنگین رہتی  
 ہے جس کا لاوا بہت وقت اُٹنے کے لیے بے چین  
 رہتا ہے۔ مگر تہا دی موجود آج ۱۱/۱۲/۱۳  
 لیے آنا فرما۔  
 دینے کی میں ہر بات نہیں دلتا۔ چنانچہ میرے  
 پاسے میں کسی بھی غلط خیال کو دل کے پاس سے  
 بھی نہیں گزرنے دینا ہے۔

میں نے تمہیں اس کی جان بچانا چاہی جو آخر متا  
 بول رہی تھیں اس کے لئے کیا ہیبت کا ذرا بھی۔  
 احساس نہیں جس میں ہمارے بزرگوں نے ہم  
 دلوں کو منسک کر رکھا ہے۔  
 اس نے بڑے کثرت لیے میں گویا جی تو دب  
 کھاتے ہوئے پوچھا۔  
 نہیں۔ نہیں۔ اچ۔ احساس تو ہے۔ مگر مگر  
 مجھے یہ سنا کہ تہا دی آئی میں اگلی ہی نام  
 نے کرنا چاہتا تھا۔ اس کے کہہ میں نہ آیا کیا جواب  
 دے تو اس نے اس طرح بات بنائی۔  
 وہ تو گویا بہت نرم آئی ہے میرا نام لیتے  
 یا پھر میں نہیں آچھا نہیں نکلتا۔ اس کی بات سن  
 کر وہ منسک ہی آگیا۔  
 اصل میں۔ اصل میں میں یہ کہنا چاہ رہی تھی  
 کہ جب تک باقاعدہ طور پر کوئی مسئلہ حل نہیں  
 ہوتا تو کم از کم میں کم از کم یہ کہتے ہیں۔ یعنی جانی  
 اللہ بہن؟ وہ دل کرا کر کہے بول۔  
 ہاں جیسے کہ تم اور شادمان؟ اس نے کار کو  
 آگے بڑھاتے ہوئے بڑی جرات سے مسکرا کر کہا۔  
 اور وہ اس کی بات پر میری طرح کھول گئی۔  
 اولیں آف کیس۔ وہ مجھے بڑے جانی کی  
 طرح متا نہیں۔ بلکہ میں ایک بڑے جانی کی طرح  
 دل سے ان کا احترام کرتی ہوں۔ وہ کم از کم کے لئے  
 چلنے والے باغیچہ و فقاہت والے کرتے والے  
 کم از کم میں ہر گز خیال نہیں ہی۔ اور خدا کے فضل  
 سے میرا کوئی ایک کم از کم بھی کر کے نہیں ہے۔  
 اس نے دانت اس پر ہوش کرتے ہوئے کہا جویہ  
 میں پشیمانی کے بھانے مسکرا کر کہا۔  
 اور گھر میں میں ہی چاہ رہا تھا کہ تم ڈرتے  
 اور بھگنے کے بھانے ڈٹ کر جواب دو۔ دیکھی  
 جو بات دور اور بھگ کر یا کسی کیلکس کے تحت  
 کہ جاتے مجھے شک و جہالت میں مبتلا کر دیتی  
 ہے۔  
 ہاں میں ہی اچھی طرح تہا دی نظرت سے  
 واقف ہوں۔ تم کو تو جانی ہی نہیں دینیانہ کی طرح  
 کہتے تھے جی ہر لوگ نہیں سمجھتا۔

پاکیزہ پینل ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء

وہ کار کو اشارت کرتے ہوئے نہایت جذباتی  
 سے لیے میں بولا۔ مگر دینیانے اس کی بات پر  
 کان نہیں دھرا۔ یوں بھی وہ اس جنونی سے شخص کی  
 کسی بات کا بھی اعتبار نہیں کر سکتی تھی۔ جو تاہم  
 کس آرام سے اور کہاں اسے زبردستی اپنے  
 ساتھ لے جا رہا تھا۔ لیکن چونکہ اس نے جانی ہی  
 اتنے جذباتی کے انداز میں اپنے باپ سے اسے  
 یقین دہانی کرائی تھی اس لیے وہ بھی اپنے دل  
 خدشات زبان پر لے آئی۔  
 اچھا شک ہے، اگر آپ کی باتوں پر یقین  
 بھی کروں تب بھی یہ جانی چاہوں گی کہ اگر آپ  
 مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ کیوں لے جا رہے  
 ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں؟  
 ہا ہا ہا۔ اگلے تین سو ال۔ اس نے زور سے  
 ہنس کر کہا۔  
 یہاں تہا دی ہم اتحادی کا کھلا ثبوت ہے۔  
 اور اس لیے اتحادی کو میں تہا دی سے دل سے نکال  
 دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں اس وقت تمہیں  
 اپنے گھر سے جا رہا ہوں۔ تاکہ زندگی میں پہلی بار  
 تہا دی کو خاطر تو لگے کر سکوں۔ آخر تو قیوم میں تم  
 میری لاف پارتی میں ہوگی یہ گھر سے جانے کی بات  
 سن کر تو گویا اس کے ہاتھوں کے ٹوٹے ہی آگئے۔  
 مگر مگر اس نے غصے سے جوتے خون کی  
 آہٹ میں کہیں کر کہنا چاہا۔ مگر اس کی بات بڑی  
 سفاکی سے کاٹ دی گئی۔  
 ہر۔ یہ اگر مگر کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔  
 وہ دیکھو وہ سامنے ہی دھاڑا ہوا جس عمارت  
 نظر آ رہی ہے وہی میرا گریب خانہ ہے یعنی میں  
 اور تم اپنے گھر کے بہت قریب آگئے ہیں۔  
 اس نے جمع ماؤں کو سمجھنا استعمال کیا وہ مل جبر  
 کر رہ گئی۔ اب اس پاگل سے شخص کی کسی بات کی  
 شکایت کرنا بے سود ہی تھا۔ اسے تو یہ سہم  
 تھا کہ اپنے گھر سے جا کر تاہم وہ  
 اس سے کیا شکوک کرے گا۔ اسے یوں محسوس ہو  
 رہا تھا جیسے اس کی گریبان سلب ہو کر رہ گئی ہو۔

میں نے دیکھا کہ یہاں اس کی باتوں سے جلدی نہ رہی تھی  
 چند ہی منٹ کے بعد اس کی کار ایک شاندار  
 اونچے سے ٹیٹ کے آگے لگی۔ جس کے باہر وہ  
 جانب دو ہتھار بند دربان بیٹھے تھے جو کار کو  
 دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس اثناء میں خود کار  
 گیت گئی۔ وہ کار کو آگے بڑھا کر ٹرانزیکٹر کی  
 روش کو منہ کرتا۔ بڑے بڑے ستونوں والے پتھر  
 میں جاڑ کا۔ ایک باوردی دربان نے جو پتھر چوڑ  
 کے آگے ہی کھڑا تھا۔ جاگ کر اس کی طرف کا  
 دروازہ کھولا۔  
 تب ہی دربان کی نظر اس کے پاس ڈھکیٹ  
 پر پڑی۔ دینیانہ بڑی توجہ سے اس کی طرف کا دروازہ  
 کھولنے کے لیے لگا۔ مگر سہیلہ نے اسے اشارے  
 سے منع کر دیا اور کار سے اُتر کر خود اس کی طرف کا  
 دروازہ کھول کر کھولا۔  
 آئیے سرکار! اندر تشریف لے جیئے۔  
 اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔ وہ غصے میں پڑ  
 گئی کہ اگرچہ یہاں انکار کر دے مگر انکار کرنا مشکل  
 ہی تھا۔ کیونکہ دربان میرے آگے کھڑا اندوہ  
 نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے  
 سامنے انکار کر کے اپنا قاتل بنانا دو نیا کو مناسب  
 نہیں لگتا۔ اس لیے قدم سے تامل کے بعد چاروں پہلو  
 اسے اُترتا ہی پڑا۔ اس کا ہاتھ تھامنے کے لیے سہیلہ  
 نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ اسے لٹکوانا نہ کر کے  
 سہیلہ اس آگے بڑھ گئی۔  
 کیوں کیا ہاتھ تھامنے کی بھی روادار نہیں  
 ہو؟ اس نے قدم بڑھا کر دربان کی وجہ سے ہی  
 شاید دلی دلی سی آواز میں مسکرا کر پوچھا۔ جواب  
 میں وہ خاموش ہی رہی۔  
 آئیے۔ اس نے سہیلہ سا جھک کر ہاتھ کے  
 اشارے سے اسے اندر چلنے کے لیے کہا۔ سہیلہ  
 سا جھکنے کے بعد وہ آگے بڑھی۔ پورے کی پورے  
 عبور کرنے کے بعد وہ پتھر میں قدم رکھتے ہی  
 پورا گھر سترلی اسے سی ہونے کی وجہ سے ایک

پاکیزہ پینل ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء











رسم میں ان کے والدین بھی شریک ہوں گے مگر سواکھوں کر زور باندھا جائے گا۔ یہ طریقہ کار عموماً اور ایسا تیز بخیر چڑھا تھا کہ سب پریشان ہو گئے۔ پھر دو اور دوسے بھائی تو موٹے مگر راج نہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر خاندان بھائی بھین دونوں کی امنی نے اس سے کہا کہ۔

قبول کرنے پر تیار نہیں تھی۔ کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ رشتہ سہیل نے اس سے انتقامی کارروائی کے نتیجے میں جوڑا ہے۔ اور اس نے جس سے اسے چھلایا۔ سزا باغ دکھانے اور اس کے والدین کی آنکھوں میں دھول جو بھینے کی طرف سے یہ سارا ڈراما کھیلا ہے۔ ختم کرنے کے ساتھ اسے بہت کچھ یاد آگیا۔

اب سے تین سال قبل جب اس نے ٹریڈنگ امتحان دیا تھا۔ اس کے رشتے کی ایک چھوٹی سی موت جہاں کی بڑی بیٹی سلوت کی شادی ہو رہی تھی۔ چھوٹی سلوت جہاں سے ایک تو دور کا رشتہ تھا دوسرے حیثیت کے لحاظ سے بھی وہ دنیا کے غازیوں والوں کے بہت اہل تھیں۔ کچھ اس وجہ سے بھی ان کے اور دنیا کے والدین کے درمیان زیادہ میل جول نہ تھا اور کچھ اس لیے بھی کہ انی جتنی کے لوگوں کے مشاغل اور مصروفیات بیکر دوسری کم کی ہوتی ہیں۔ اور ان کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ زیادہ کسی سے میل جول بڑھائیں۔ وہ بھی اپنے سے بڑی کلاس کے لوگوں پارٹنے والوں سے نہیں خوشی یا غمی میں مواقع رہ جاتے ہیں آپس میں مل بیٹھنے کے یا دیگر ایک دوسرے کی احوال پرستی کرنے کے مگر سلوت جہاں کی چھوٹی بیٹی محبت چونکہ دنیا کی کلاس میٹ تھی۔ اور دونوں کے درمیان شروعات ہی سے کاروبار چھٹی ہوئی تھی۔ سب سے سادہ اور معمولی اسی کا لباس تھا۔ جس میں وہ عموماً سٹور انگوٹھ محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ جن لوگوں نے زور دیا اس

بھی پہنا تھا وہ بھی بڑا جھلکا اور قیمتی تھا۔ اب وہ مال اعتبار سے کم حیثیت بھی نہیں

رسم میں ان کے والدین بھی شریک ہوں گے مگر سواکھوں کر زور باندھا جائے گا۔ یہ طریقہ کار عموماً اور ایسا تیز بخیر چڑھا تھا کہ سب پریشان ہو گئے۔ پھر دو اور دوسے بھائی تو موٹے مگر راج نہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر خاندان بھائی بھین دونوں کی امنی نے اس سے کہا کہ۔

قبول کرنے پر تیار نہیں تھی۔ کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ رشتہ سہیل نے اس سے انتقامی کارروائی کے نتیجے میں جوڑا ہے۔ اور اس نے جس سے اسے چھلایا۔ سزا باغ دکھانے اور اس کے والدین کی آنکھوں میں دھول جو بھینے کی طرف سے یہ سارا ڈراما کھیلا ہے۔ ختم کرنے کے ساتھ اسے بہت کچھ یاد آگیا۔

اب سے تین سال قبل جب اس نے ٹریڈنگ امتحان دیا تھا۔ اس کے رشتے کی ایک چھوٹی سی موت جہاں کی بڑی بیٹی سلوت کی شادی ہو رہی تھی۔ چھوٹی سلوت جہاں سے ایک تو دور کا رشتہ تھا دوسرے حیثیت کے لحاظ سے بھی وہ دنیا کے غازیوں والوں کے بہت اہل تھیں۔ کچھ اس وجہ سے بھی ان کے اور دنیا کے والدین کے درمیان زیادہ میل جول نہ تھا اور کچھ اس لیے بھی کہ انی جتنی کے لوگوں کے مشاغل اور مصروفیات بیکر دوسری کم کی ہوتی ہیں۔ اور ان کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ زیادہ کسی سے میل جول بڑھائیں۔ وہ بھی اپنے سے بڑی کلاس کے لوگوں پارٹنے والوں سے نہیں خوشی یا غمی میں مواقع رہ جاتے ہیں آپس میں مل بیٹھنے کے یا دیگر ایک دوسرے کی احوال پرستی کرنے کے مگر سلوت جہاں کی چھوٹی بیٹی محبت چونکہ دنیا کی کلاس میٹ تھی۔ اور دونوں کے درمیان شروعات ہی سے کاروبار چھٹی ہوئی تھی۔ سب سے سادہ اور معمولی اسی کا لباس تھا۔ جس میں وہ عموماً سٹور انگوٹھ محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ جن لوگوں نے زور دیا اس

بھی پہنا تھا وہ بھی بڑا جھلکا اور قیمتی تھا۔ اب وہ مال اعتبار سے کم حیثیت بھی نہیں

حق۔ جتنا بچہ خاموش دیکھتا تھا اس کے والدین۔ اس کے والدین کا دل آف سٹوٹ اس کے جیکس بنانے اور قاضیوں کا ٹیوٹا بنانے کے ان کے صرف دو بھائی تھے جو ان کے شریک کار تھے۔ دو بیٹیاں۔ دونوں زور باندھا ایک چھوٹا سا عید تھا جو آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ خوروسے سے کی ریل ریل توڑی مگر اتنا خود مل جاتا تھا کہ بڑے آرام سے گن لیسر پہاڑی تھی۔ دونوں میاں بیوی نے میاں بیوی کو اپنا رکھا تھا۔ اور اس نے جہن سے چلتے تھے کہ دوسری پران کی حیثیت کا بڑا اچھا پیر تھیں بڑا تھا۔ کراچی سوگن پر تھیں پرانی وضع کی ذرا کو بھی تھی۔ اور پرانے ماڈل کی کروڑا بھی۔ اس کے بارہویں وہ ضلعت آئی کے شاہانہ کر دیکھ کر قدم سے اچھا کرتی تھیں۔

مدحت نے اپنی کار بھی کر کے دوسری کہا بلایا تھا۔ کیونکہ عموماً مغرب کے درمیان ماہوں کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ بڑی تعداد میں مہمان مدعو تھے جن میں بیشتر قریبی عزیز بھی تھے جن کے یہ کم فاقین کی ہوتی تھے۔ اس لیے ہر طرف رنگ برنگے آئینے لہراتے نظر آ رہے تھے۔

سلوت کی ماہوں کی رسم شروع ہوتی تو دستور کے مطابق اٹنا کھینے کی رسم ادا کی جانے لگی۔ اور خاندان کا سٹوٹ بالکل نیا تھا اور کافی منگنا بھی اور کچھ اس لیے کہ دو تین تڑکیاں اور بھی تھیں جہاں سلوت کے کمرے کے باہر تھیں آئی تھیں اس نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اصدہ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔ اور سال کر ایک بڑے سے کمرے میں آگئی۔ یہ کمرہ ٹونگ روم کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ ایک طرف دیوار میں لفٹ ڈریس اس کے آگے کچھ فاصلے پر دیوار اور دوسری سمت، صوفے نما کرسیاں اور دوسرا اور کونے میں ایک بڑی سی رائٹنگ ٹیبل دھیر دھیر رنگ کارونی قالین۔ ڈارک براؤن فربہ چمرا اور سیاہی لٹل ٹیبل کے پردے سے محاذ پر تھی کہ۔

حق۔ جتنا بچہ خاموش دیکھتا تھا اس کے والدین۔ اس کے والدین کا دل آف سٹوٹ اس کے جیکس بنانے اور قاضیوں کا ٹیوٹا بنانے کے ان کے صرف دو بھائی تھے جو ان کے شریک کار تھے۔ دو بیٹیاں۔ دونوں زور باندھا ایک چھوٹا سا عید تھا جو آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ خوروسے سے کی ریل ریل توڑی مگر اتنا خود مل جاتا تھا کہ بڑے آرام سے گن لیسر پہاڑی تھی۔ دونوں میاں بیوی نے میاں بیوی کو اپنا رکھا تھا۔ اور اس نے جہن سے چلتے تھے کہ دوسری پران کی حیثیت کا بڑا اچھا پیر تھیں بڑا تھا۔ کراچی سوگن پر تھیں پرانی وضع کی ذرا کو بھی تھی۔ اور پرانے ماڈل کی کروڑا بھی۔ اس کے بارہویں وہ ضلعت آئی کے شاہانہ کر دیکھ کر قدم سے اچھا کرتی تھیں۔

مدحت نے اپنی کار بھی کر کے دوسری کہا بلایا تھا۔ کیونکہ عموماً مغرب کے درمیان ماہوں کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ بڑی تعداد میں مہمان مدعو تھے جن میں بیشتر قریبی عزیز بھی تھے جن کے یہ کم فاقین کی ہوتی تھے۔ اس لیے ہر طرف رنگ برنگے آئینے لہراتے نظر آ رہے تھے۔

سلوت کی ماہوں کی رسم شروع ہوتی تو دستور کے مطابق اٹنا کھینے کی رسم ادا کی جانے لگی۔ اور خاندان کا سٹوٹ بالکل نیا تھا اور کافی منگنا بھی اور کچھ اس لیے کہ دو تین تڑکیاں اور بھی تھیں جہاں سلوت کے کمرے کے باہر تھیں آئی تھیں اس نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اصدہ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔ اور سال کر ایک بڑے سے کمرے میں آگئی۔ یہ کمرہ ٹونگ روم کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ ایک طرف دیوار میں لفٹ ڈریس اس کے آگے کچھ فاصلے پر دیوار اور دوسری سمت، صوفے نما کرسیاں اور دوسرا اور کونے میں ایک بڑی سی رائٹنگ ٹیبل دھیر دھیر رنگ کارونی قالین۔ ڈارک براؤن فربہ چمرا اور سیاہی لٹل ٹیبل کے پردے سے محاذ پر تھی کہ۔



ہاکی پلیرز کے پاس تین ہاکی بول تو تھے۔ ایک  
 ہاتھ میں اور دو ٹھوس سے چسپی۔  
 اس کی رنگ طرفت پرانے ہی پیر کی پھولوں  
 کے ہیں اور ہلکے پورڈ و فیوہد یادیں گھاس  
 کی حالت کی رہی تھی۔  
 اس نے فیم شدہ تصویر کو آگے کھساکر  
 میپ کی مدد سے روشنی میں خود سے دیکھا اس  
 کے گونے میں ہاکی کی رنگ میں لکھا تھا۔  
 THE GARDEN ATHLETE AND OUR  
 HOCKEY HERO MR. S. S. SARDAR

جو نام تھا وہ ایسے سے لکھا تھا۔ اندر تو  
ایسے کی جگہ تھی کہ وہ ایسے سے لکھا تھا۔  
اس کے کانوں پر سننے کی زحمت ہو رہی تھی۔  
کھینچنے کے لیے بے تاب اپنی انگلیوں کو ہلا رہا  
اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ نیز تو حال پر ہی تھی۔  
مگر وہ دیر نہ گزرے کہ وہ اپنے آگے آیا۔  
پہنچا۔ وہ اپنی تو نظر نہیں آئی۔ ایک کانے  
تنگ کا منہ پر ہر طرف نظر آیا۔ جسے اس نے فوراً  
اٹھالیا اور تصویر کو مینہ پر لکھ کر دیکھنے لگا۔  
پہنچا۔ وہ اپنی جگہ پر تھک چکا تھا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے ہنسی آئی۔

میں نے آپ سے ملنے کی سب سے بڑی بات کہی ہے۔  
نظر آتے ہیں۔

۱۔ ایسا ہی تصویر کھینچنے کا شوق تھا تو آدمی  
 کی جوت میں آئے تو مجھے تم تو بالکل ہی جانور ملک  
 رہے ہو۔ دو بیرونی اور بے حیگیوں والے جانور؟  
 اس نے ابھی یہ عبارت لکھی ہی تھی کہ میں  
 مدحت کی کزنز سے دھرم دیکھ رہی ہوں اس کے کمرے  
 میں آؤں گی ان کو آتے دیکھ کر اس نے مل کر وہیں  
 تصویر پر رک دیا۔ اور جلدی سے اٹھ کر منشی ہوئی  
 مدحت کی کزنز تھے ساتھ باورنگل کی بہن وڈھن  
 کے ہاتھوں میں ابھرتا تھا۔ مجھے انہوں نے اس  
 کی حیثانی جبر سے حتیٰ کہ ہاں تک پر مغرب  
 دیا تھا۔ جبکہ وہاں بس صبح کرنی ہی رہ گئی تھی۔  
 بہر حال خلوت حے کمرے میں آتے ہی ہاں

نے سیدنا فضل خانے کا رخ کیا اور دیکھا کہ وہ جہیز  
پر چھاپہ صاف کر کے کمرے میں آگئی تھیں اور  
جاکر اس کا تعلق با ساری روکیاں اس کے سلطنت  
کے کمرے میں چاروں طرف سے سلطنت کو چھو رہی  
تھی مذاق میں معروف تھیں۔ کچھ دنوں تک کچھ  
جاکر گویا سا گیت گانے کی غباری کر رہی تھیں  
مدحت سب کی خاطر تواضع میں اندازاً ہاتھ  
کے پھرے لگانے میں معروف تھیں۔ اور انہیں اس  
سلطنت کے کمرے میں بیٹھے کچھ ہی انداز میں تھی  
تبھی مدحت بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی  
اور جھک کر سلطنت کے کمرے میں جھک کر  
گئی تو اس کی چھوٹی راہ نے جو اس کے سر پر  
حد درجے تکستیں پور رہی تھیں۔ کھٹکار کر کہا۔  
بھئی، یہ ایسی ٹیکٹ کے تحت خلافت ہے  
سب کے سامنے کان میں کھسکا کر کرتا، جو کچھ  
کہنا ہے ہمارے سامنے کہوتا مدحت:  
ہاں مدحت، یہ ایسی ٹیکٹ جیسے والی بات  
تو جیس ہے۔ جٹ قیل دیم آک سوز سلطنت  
وال۔

جی، بات دراصل یہ ہے کہ وہ سیدھی جہان  
میں نادرہ آجکل گیٹ روڈ میں ٹھہرے ہوئے ہیں  
درخت نے بتایا ہے۔

سو واپس آکر طبرے ہوئے بھی میں تو  
مدحت کی اشیاء جو بھی غذا ہن تکینہ نے تیرے لیے  
لکھا سابل و دل کر کہا۔

ہو پھر یہ کہ ان کی پھر ٹیڈر کسی نہ ہرے  
 بے جودہ قسم کے دیار کس نگہ دیے ایک ایسا  
 لڑکیوں کو اس حرکت کا ذمہ دار ٹھہرا ہے ایک  
 مدحت نے گویا تفصیل بتائی۔ اللہ دینا  
 اندر ہی اندر دھک کے رہ گئی۔

جیسا کہ وہ یہ بھی خوب رہی گویا ہندو  
بلا طویل کے سر۔ جبکہ ہم نے تو اب تک  
کیٹ دم میں جا کر جانتا تک نہیں ہر دم  
کے چنانہ سارا چڑ کر لولہ۔

حرکت نہیں کی تو کسی دیکھی گئی تو کسی ہی ہوا

مذہب اس کو کیا بچائے کہ ہم شریعت پر دھک  
کر رہے ہیں؟ مدحت بولی۔

۱۰۔ اچا اگر ہم شکیں ہر شک کر رہے ہیں تو  
اس میں اتنا ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تصویر  
پر یہ یاد رکھیں کہ جس کو حق تو میں نہ دیا۔

از کتاب تو نہیں کیا کسی نے : مدحت کی فتح  
 نہیں آئندہ ! یہ امن معمولی بات نہیں جتنی  
 تم سمجھ رہے ہو۔ یہ سدید جہانِ فردا کی بات کا  
 بخیر فائدہ ہے جس کمال کی مبادرت رکھتے ہیں :  
 مدحت کی ایک اور کرن یاد یہ لہی۔

ہاں، خوشی کے موقعوں پر ہمیشہ رنگیں  
ہینگ ڈالنے کی عادت ہے ان کی؛ سلطنت نے  
آہستہ سے کہا۔

میں نے کہا کہ یہ سب باتیں سنا کر آپ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ مجھے بہت پسند ہے۔

تاکستان کے پاس لے چلوں گا : مدحت و افتخار

بہت ڈری ہوئی تھی۔  
 ارے چور وافر خود کسی بے کیا کم ہیں۔  
 یمن سے تو لوگوں کی طرح حرکت کر رہے تھے۔

ہیں۔ کہیں جو نوکر اٹھے کسے داؤ لگا ہے میں  
بیس اچل اچل کر ہوا میں ہاتھ اور ٹانگیں چلا

رہے ہیں۔ یہی سرس کے جوکر۔ لاطین دوسروں کو ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہی ڈاکٹر دکانے کھڑے ہو گئے ہیں۔ کبھی کسی کو

چھوٹے اور ستانے پر اتر آتے تو اسے جان  
چھڑائی شکل ہو جاتی۔ میں تو ان کے سارے  
گز تو اس کے واقف ہوں : غنڈہ چلے کیڑے

میں بولی۔  
 "ہاں مجھے تو وہ کچھ پیدا انشی طور پر کھسکے

لگتے ہیں۔ یکدم ایب نارمل اور بد دماغ سے  
امنہ قبولی۔  
وہاں اور دیکھو دیکھو کچھ ہوو کھسکا۔ اا

وہاں اور پیچھے دیکھو وہ لکھا ہوا ہے کہ  
اور بدو ملک اس شخص اور ہر ایک کے لئے ہے۔

●नाविल

●धारावाहिक

## ● आपबीतियां

● **नाविलिट**

**सफरनामे**

अफसाने

अदभुत घटनाएं

खूबसूरत  
अन्दाज़

एक दिलवाले अछूती बेसकना

आपका दिल बहलाए,  
बार बार पढ़ने को उकताये







آپ اتنا بدتمیز اور بیعت ہیں۔ آپ نے ایک کزن عامیہ نے طنز بھرے انداز میں پوچھا۔  
 گویا مجھے جانور سے نہیں کیا ہے۔ کیا لگتا ہے۔ اور پوچھیں، اگر لارستانی بھی مٹی تو اس میں بھی  
 کہ فرات آپ کو چھو کر نہیں مٹی آپ کی لڑکیوں کی قیامت ہوئی، فیضیہ پر ہی تو لکھا ہے دنیا  
 جگہ کی معلوم ہوتی ہیں۔ آپ اتنا بے باک نے مجھے کہتے سے صاف کر دو، شینہ نے اسے  
 اسبہ حقیقت میں جو اس قدر دیر سے خیرہ ہوئے کے بھاتے ہوئے کہا۔  
 بات کر رہی ہیں۔ وہی مثل ہے کہ ایک تو جوری خیرہ وہ تو ابھی ایک منٹ میں صاف ہو  
 اس پر سے سینہ زہری۔ لیکن میں بھی اپنے نام کا جائے گا۔ مگر وہ جو مار کر کی لالک دل تک جا رہی  
 ایک ہی ہیں۔ آپ کی اس گستاخی اور اپنی توہین ہے اسے دھونا ناممکن کی بات ہوگی۔ بسطرت  
 لاکھ مارنے لگاؤں گا کہ آپ کی سات پٹیلیں یاد نے نہیں لب کشائی کی۔  
 رکھیں گی یونانی دو من۔ ہاں لیکن ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کسی کی مقبول  
 اس نے رے کیل کے عالم میں اس پر بغیر جانے بوجھے اتنے ریاکار کس لکھ دیا کوئی  
 ملاحت کے ڈول کے پرانے کے ساتھ ساتھ دلکشی و نہیں :-  
 دھکی بھی دے ڈال۔ پھر مدحت کی کلاں کو جو عامیہ نے پھر طنز کیا تب اس سے بھی نہ رہا  
 اب تک اس کی گرفت میں مٹی۔ جب کہ فوراً گیا۔ اتنی در سے ان کی باتیں بڑی برداشت سے  
 ہی کرے سے باہر نکل گیا اور اس کے نکلنے ہی سن رہی تھی۔ ترخ کر لول۔  
 ساری لکھوں نے دنیا کے لئے شریعت کر دی۔ جی ایہ حرکت میں نے جان بوجھ کر تو نہیں  
 کی۔ میرے تو فرشتوں کو بھی علم نہ تھا کہ تصور کیا ہے۔ مجھے کس سخت اور کس  
 لگی تو میں نے بس یونہی اس پر لکھ دیا :-  
 اچھا اب لکھ دیا ہے تو پھر جھکتا بھی خود :-  
 میں۔ سدید بھائی نے توں میں باقاعدہ تھیں۔  
 تھری دی ہے۔ کوئی گیدڑ بھی نہیں دی گئی کہ  
 وہ جو کہہ رہے ہیں کر کے ہی دکھاتے ہیں۔ بساؤ  
 نے کیا۔  
 ارہ ماٹنٹ! میں بھی دیکھ لوں گے بھلاؤ  
 کیا بگاڑ لیں گے میرا :- وہ اکیدم ہی پیش میں آگئی۔  
 نہیں دھوئی :- تم انہیں نہیں جانتیں۔ وہ  
 بت میرے مزاج کے انسان ہیں۔ نہیں تو آج  
 پہلی بار انہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جبکہ عالا  
 تو ان سے مدد ہی واسطہ پڑتا ہے۔ یہ تمہاری  
 کلاس بیٹ تاجی کے اگوتے اور نہایت سخت  
 قسم کے جانی ہیں :-  
 حالانکہ اسے تاجی کا جانی ہونے کا سن کر  
 سخت اچھا ہوا تھا مگر اس نے اس کا موٹو مدحت  
 آن تھا۔  
 خیر اگر تاجی کے جانی ہیں تو بھلاؤ  
 آپ اتنا بدتمیز اور بیعت ہیں۔ آپ نے ایک کزن عامیہ نے طنز بھرے انداز میں پوچھا۔  
 گویا مجھے جانور سے نہیں کیا ہے۔ کیا لگتا ہے۔ اور پوچھیں، اگر لارستانی بھی مٹی تو اس میں بھی  
 کہ فرات آپ کو چھو کر نہیں مٹی آپ کی لڑکیوں کی قیامت ہوئی، فیضیہ پر ہی تو لکھا ہے دنیا  
 جگہ کی معلوم ہوتی ہیں۔ آپ اتنا بے باک نے مجھے کہتے سے صاف کر دو، شینہ نے اسے  
 اسبہ حقیقت میں جو اس قدر دیر سے خیرہ ہوئے کے بھاتے ہوئے کہا۔  
 بات کر رہی ہیں۔ وہی مثل ہے کہ ایک تو جوری خیرہ وہ تو ابھی ایک منٹ میں صاف ہو  
 اس پر سے سینہ زہری۔ لیکن میں بھی اپنے نام کا جائے گا۔ مگر وہ جو مار کر کی لالک دل تک جا رہی  
 ایک ہی ہیں۔ آپ کی اس گستاخی اور اپنی توہین ہے اسے دھونا ناممکن کی بات ہوگی۔ بسطرت  
 لاکھ مارنے لگاؤں گا کہ آپ کی سات پٹیلیں یاد نے نہیں لب کشائی کی۔  
 رکھیں گی یونانی دو من۔ ہاں لیکن ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کسی کی مقبول  
 اس نے رے کیل کے عالم میں اس پر بغیر جانے بوجھے اتنے ریاکار کس لکھ دیا کوئی  
 ملاحت کے ڈول کے پرانے کے ساتھ ساتھ دلکشی و نہیں :-  
 دھکی بھی دے ڈال۔ پھر مدحت کی کلاں کو جو عامیہ نے پھر طنز کیا تب اس سے بھی نہ رہا  
 اب تک اس کی گرفت میں مٹی۔ جب کہ فوراً گیا۔ اتنی در سے ان کی باتیں بڑی برداشت سے  
 ہی کرے سے باہر نکل گیا اور اس کے نکلنے ہی سن رہی تھی۔ ترخ کر لول۔  
 ساری لکھوں نے دنیا کے لئے شریعت کر دی۔ جی ایہ حرکت میں نے جان بوجھ کر تو نہیں  
 کی۔ میرے تو فرشتوں کو بھی علم نہ تھا کہ تصور کیا ہے۔ مجھے کس سخت اور کس  
 لگی تو میں نے بس یونہی اس پر لکھ دیا :-  
 اچھا اب لکھ دیا ہے تو پھر جھکتا بھی خود :-  
 میں۔ سدید بھائی نے توں میں باقاعدہ تھیں۔  
 تھری دی ہے۔ کوئی گیدڑ بھی نہیں دی گئی کہ  
 وہ جو کہہ رہے ہیں کر کے ہی دکھاتے ہیں۔ بساؤ  
 نے کیا۔  
 ارہ ماٹنٹ! میں بھی دیکھ لوں گے بھلاؤ  
 کیا بگاڑ لیں گے میرا :- وہ اکیدم ہی پیش میں آگئی۔  
 نہیں دھوئی :- تم انہیں نہیں جانتیں۔ وہ  
 بت میرے مزاج کے انسان ہیں۔ نہیں تو آج  
 پہلی بار انہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جبکہ عالا  
 تو ان سے مدد ہی واسطہ پڑتا ہے۔ یہ تمہاری  
 کلاس بیٹ تاجی کے اگوتے اور نہایت سخت  
 قسم کے جانی ہیں :-  
 حالانکہ اسے تاجی کا جانی ہونے کا سن کر  
 سخت اچھا ہوا تھا مگر اس نے اس کا موٹو مدحت  
 آن تھا۔  
 خیر اگر تاجی کے جانی ہیں تو بھلاؤ

اور نہیں پڑا اور پھر خفے میں جو کچھ اس کے من میں تھیں بعض تو مل کر مدحت کو بھڑکاتے ہوئے  
 آیا وہ اس نے کہہ دیا۔ اور جب وہ اس کے نظروں میں تھیں، جبکہ وہ کسی کی مدحت کو بھڑکاتے ہوئے  
 زیرِ غفلت کر رہی تھیں۔ تب ہی وہ اکیدم ہی اندر آگیا۔  
 اور اس پر ایک زیرِ لود نظر ڈال کر اس نے سطوت  
 کے آگے پڑی اپنی تصویر اٹھائی اور کرے سے  
 نکل گیا۔  
 صاف ہی بر تھا۔ اس نے دنیا کی ساری  
 مدحتیں سن لی تھیں۔ تینہ نے جتنا بھی مگر اس  
 نے بالکل برداہ نہیں کی۔ موڈ سخت آف ہو گیا  
 تھا۔ اس نے مدحت کے بہت روکنے اور کھانا  
 کھا کر جانے پر اصرار کرنے کے باوجود وہ رُک  
 نہیں۔ مدحت کی گاڑی میں آئی تھی۔ اس کا موڈ  
 دیکھ کر مدحت نے اسے اپنی گاڑی میں ہی ٹوٹا پ  
 کر دیا۔  
 بلاواتین روز کا تھا۔ مگر مدحت کے کئی  
 بار فون کر کے بلانے پر اس نے نہ بیا کی بجاری  
 کا غصہ پیش کر دیا۔ البتہ اس کے والدین نے رُک  
 نکاح میں ضرور شرکت کی :-  
 جب عادت کچھ دنوں تک یہ واقعہ یا معاملہ  
 اس کے ذہن میں گردش کرتا رہا۔ مگر پھر نیاسیشن  
 شروع ہونے کی وجہ سے ذہن سے بالکل ہی محو  
 ہو گیا۔  
 اس نے مدحت کے مشورے پر آنرز کرنے  
 کے سلسلے میں یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا۔ اصل میں  
 اس کے اور مدحت کے درمیان اتنی گہری دوستی  
 تھی کہ تقریباً دونوں کو ہی ایک دوسرے کے بغیر  
 نہیں پڑتا تھا۔ اور اپنی مرضی اور مشوروں سے  
 زیادہ وہ مدحت کی مرضی اور مشوروں پر چلتی تھی۔  
 گرد و غبار میل جول کے درمیان حیثیت اور اسٹیشن  
 کی بہت گہری نہ تھی مگر ایک غلیظ معاملہ مدحت  
 اٹھنے لپٹنے کے تعلق رکھتی تھی اور وہ اہم مسئلہ کلاس  
 سے تعلق رکھتی تھی۔  
 ان دونوں کی دوستی سے ان کی کلاس میٹ ہی نہیں  
 بلکہ ان کے گروپ کی لڑکیاں بھی غار کھاتی تھیں۔  
 اور وہ دنیا کو مدحت کی مجلس سے تشبیہ دیتی  
 تھیں بعض تو مل کر مدحت کو بھڑکاتے ہوئے  
 آیا وہ اس نے کہہ دیا۔ اور جب وہ اس کے نظروں میں تھیں، جبکہ وہ کسی کی مدحت کو بھڑکاتے ہوئے  
 زیرِ غفلت کر رہی تھیں۔ تب ہی وہ اکیدم ہی اندر آگیا۔  
 اور اس پر ایک زیرِ لود نظر ڈال کر اس نے سطوت  
 کے آگے پڑی اپنی تصویر اٹھائی اور کرے سے  
 نکل گیا۔  
 صاف ہی بر تھا۔ اس نے دنیا کی ساری  
 مدحتیں سن لی تھیں۔ تینہ نے جتنا بھی مگر اس  
 نے بالکل برداہ نہیں کی۔ موڈ سخت آف ہو گیا  
 تھا۔ اس نے مدحت کے بہت روکنے اور کھانا  
 کھا کر جانے پر اصرار کرنے کے باوجود وہ رُک  
 نہیں۔ مدحت کی گاڑی میں آئی تھی۔ اس کا موڈ  
 دیکھ کر مدحت نے اسے اپنی گاڑی میں ہی ٹوٹا پ  
 کر دیا۔  
 بلاواتین روز کا تھا۔ مگر مدحت کے کئی  
 بار فون کر کے بلانے پر اس نے نہ بیا کی بجاری  
 کا غصہ پیش کر دیا۔ البتہ اس کے والدین نے رُک  
 نکاح میں ضرور شرکت کی :-  
 جب عادت کچھ دنوں تک یہ واقعہ یا معاملہ  
 اس کے ذہن میں گردش کرتا رہا۔ مگر پھر نیاسیشن  
 شروع ہونے کی وجہ سے ذہن سے بالکل ہی محو  
 ہو گیا۔  
 اس نے مدحت کے مشورے پر آنرز کرنے  
 کے سلسلے میں یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا۔ اصل میں  
 اس کے اور مدحت کے درمیان اتنی گہری دوستی  
 تھی کہ تقریباً دونوں کو ہی ایک دوسرے کے بغیر  
 نہیں پڑتا تھا۔ اور اپنی مرضی اور مشوروں سے  
 زیادہ وہ مدحت کی مرضی اور مشوروں پر چلتی تھی۔  
 گرد و غبار میل جول کے درمیان حیثیت اور اسٹیشن  
 کی بہت گہری نہ تھی مگر ایک غلیظ معاملہ مدحت  
 اٹھنے لپٹنے کے تعلق رکھتی تھی اور وہ اہم مسئلہ کلاس  
 سے تعلق رکھتی تھی۔  
 ان دونوں کی دوستی سے ان کی کلاس میٹ ہی نہیں  
 بلکہ ان کے گروپ کی لڑکیاں بھی غار کھاتی تھیں۔  
 اور وہ دنیا کو مدحت کی مجلس سے تشبیہ دیتی  
 تھیں بعض تو مل کر مدحت کو بھڑکاتے ہوئے  
 آیا وہ اس نے کہہ دیا۔ اور جب وہ اس کے نظروں میں تھیں، جبکہ وہ کسی کی مدحت کو بھڑکاتے ہوئے  
 زیرِ غفلت کر رہی تھیں۔ تب ہی وہ اکیدم ہی اندر آگیا۔  
 اور اس پر ایک زیرِ لود نظر ڈال کر اس نے سطوت  
 کے آگے پڑی اپنی تصویر اٹھائی اور کرے سے  
 نکل گیا۔  
 صاف ہی بر تھا۔ اس نے دنیا کی ساری  
 مدحتیں سن لی تھیں۔ تینہ نے جتنا بھی مگر اس  
 نے بالکل برداہ نہیں کی۔ موڈ سخت آف ہو گیا  
 تھا۔ اس نے مدحت کے بہت روکنے اور کھانا  
 کھا کر جانے پر اصرار کرنے کے باوجود وہ رُک  
 نہیں۔ مدحت کی گاڑی میں آئی تھی۔ اس کا موڈ  
 دیکھ کر مدحت نے اسے اپنی گاڑی میں ہی ٹوٹا پ  
 کر دیا۔  
 بلاواتین روز کا تھا۔ مگر مدحت کے کئی  
 بار فون کر کے بلانے پر اس نے نہ بیا کی بجاری  
 کا غصہ پیش کر دیا۔ البتہ اس کے والدین نے رُک  
 نکاح میں ضرور شرکت کی :-  
 جب عادت کچھ دنوں تک یہ واقعہ یا معاملہ  
 اس کے ذہن میں گردش کرتا رہا۔ مگر پھر نیاسیشن  
 شروع ہونے کی وجہ سے ذہن سے بالکل ہی محو  
 ہو گیا۔







کی آن کرنے آؤ گئے : میں : آتا تو آپ کے  
 بیچے بھی جان : میں : آتا تو آپ کے  
 جہاز کی روانگی کے بعد ہی کشتی میں چڑھتا ہوں  
 نئے اچانک ہی من گھڑی سب لندن روانہ ہوتے  
 وال ہیں۔ اور میں آندھی اور طوفان کی طرح ہچک  
 گیا : اس کی بات سر جیمز کے بھائے مولت میں  
 سننے لگیں۔ پھر سب کو خدا حافظ کہہ کر دونوں ماں  
 بیٹی لندن روانہ ہو گئیں۔ وہ اس روز ڈیڑھ بجے  
 نئے شہر کی وجہ سے کہ ڈیڑھ بجے کے بعد کوئی نہ تھا۔  
 شادمان کے ساتھ ان کی کار میں اسرپلرٹ آن  
 تھیں۔ شادمان کو ریزرویشن آفس میں کہ کام تھا  
 اس لیے وہ ان دونوں بہنوں کے اترنے کے بعد  
 ادھر چلے گئے تھے۔ اور اب اپنا کام پٹا کروا دیا  
 کہ وہ دونوں مدحت اللہ چھوڑ کر  
 ہی آف کر کے واپس آگئیں۔ شادمان کے والد عرفان چچا اس کے  
 شادمان نہیں تھے مگر کے چلوں سے کہیں زیادہ  
 محض آواز سننے تھے۔ ان کی مالی حیثیت کچھ اچھی  
 نہیں تھی۔ صرف ایک ذاتی مکان ان کی ملکیت  
 تھا یا پھر دو ہزار کے وہ پلٹن جو ایک سرکاری محلے  
 میں آؤں گے رہنے کے لیے پر رنٹارمنٹ کے  
 بعد انہیں ملتی آ رہی تھی۔ یہیں بیٹی تھیں جن کی  
 خالوں کا معاملہ کسی شے سے کم نہ تھا۔ دو بیٹے تھے  
 شادمان اور زمان، زمان بڑے کی کمرچن تھا۔  
 شادمان سے دس بارہ سال چوٹا تھا۔ چچا کی تنہا  
 کام کرنا شادمان ہی تھے۔ جنہیں انہوں نے اپنا پٹ  
 کاٹ کاٹ کر خلا تسلیم طوائف ادا ایم بی اے  
 کر دیا تھا۔ ادا اس تعلیم سے مستفید ہونے کی  
 غرض سے یا بیٹے کا مستقبل سننے کے خیال  
 سے انہیں کینڈا بھیج دیا تھا۔  
 شادمان بھی چچا کی طرح امتحان مخلص۔  
 فریق الطبع اور باوقار انسان تھے۔ اس پر بے حد  
 باوقار اور خوش خلق بھی تھے۔ ادا ان دونوں  
 بہنوں کو اپنی ملی سنی کی طرح عزیز رکھتے تھے  
 ادا کے ایک اٹارے پر دوڑے دوڑے کے بارے

چلتے آتے تھے۔  
والہیں میں سدید تو لافٹخ میں کھڑی ہو رہی تھی  
کہیں گم ہو گیا تھا۔ دونیا نے تو اسے نظر سے  
ادھل دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا تھا۔ البتہ  
مرد خلافتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی مگر وہ  
کہیں نظر ہی نہیں آیا تھا۔ لیکن جب وہ شام  
کی کار میں پہنچی تو وہ اپنی شاندار سکا لاس  
نظر آیا۔ اور وہ محض اسے دکھانے کو شادمان  
نہیں کر رہی تھی بلکہ بات کرنے لگی۔ راستے میں زونڈ  
سدید کا ذکر نکالا تو شادمان بولے۔  
"ہاں، سدید خوش اخلاق بھی ہے اور بڑی  
تک بد دماغ بھی، اصل میں وہ موڈی سا شخص  
ہے۔ ایسے لوگ بروقت پیکر اخلاق بنے یا دانت  
کے نہیں رہتے۔ بلکہ بات کرنے کا موڈ نہ ہو تو  
بچوں کو بھی نہیں گردانتے۔"  
"ہائے آپ گو یہ سب کیسے معلوم؟ زونڈ نے  
جب ہونے سے زیادہ تجس سے انگلیز میں پوچھا۔  
"جی، اچھی طرح واقف ہوں سدید کے  
لی اسے کل اسٹرائیڈ کرنے جب تمہیں جانا  
تو یہ حضوت وہیں موجود ہوتے تھے۔ موڈ میں  
تھے تو بڑے تیاگ سے ملتے اور نہیں ہوتے  
اسکل ہی انور کر دیتے یہ شادمان نے بتایا۔  
"ہاں یہ ساری اگر مگر جیسے کہ ہوتی ہے اور  
تو کہہ رہی تھی کہ یہ کنگی سا شخص ہے بالکل  
بپوٹ لگتا ہے۔" دونیا نے بھی گفتگو  
تھ لیتے ہوئے کہا۔  
"نہیں، خیر ہے تو بالکل نارمل اور شک شک  
ی والدین کا اکلوتا بیٹا ہے بے جالادھل  
رے بہت زیادہ اور ہو جاتا ہو گا۔ دیکھ  
سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔"  
شادمان نے کہا اور دونیا نے سدید کے بکر  
کے لیے خاموش رہنا ہی بستر کیا۔ یوں بھی  
دیک کے بارے میں کچھ سوچنا بھی گوارا نہیں  
کہ ایک تو اس کا اس سے دور کا بھی کتنا  
ہیں تھا دوسرے اس واقعے کے بعد تو اس  
سے میں کچھ سوچنے سے بھی وہ ڈرتی تھی۔

کیونکہ جب بھی وہ اس کا تصور کرتی ایک کراہت اور ناگواری ہی اسے اپنے ارد گرد محسوس ہوتی جبکہ مدید غمناک ڈھنگ اور اسماٹھ تھلاہٹا ہوا جہاں کی ہر خوشی اس کے اندر موجود تھی۔ اس کے باوجود بھی وہ اسے ایک آنکھ نہیں جھانکتا تھا۔

اس روز کاف عرصے بعد وہ خیام کی بہن اور والدین کو ایک شادی میں شرکت کرنے کا فتویٰ دیا۔ اصل میں اس کے والد کے ایک واقف کار تھے جن کی روتی کی شادی تھی بہت امیر لوگ تھے اس لیے شادی بھی بڑی دھوم دھام سے ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے تقریب کا اہتمام اپنی دھانی بڑی گزنی کو بھیجے کے وسیع لان میں کیا تھا۔ زولب نے بھاری کام کا حزارہ سوٹ پہنا تھا۔

اس کی والدہ نے بھی قبیح کا مدار ساڑھی باندھی تھی اور خود اس نے کامدار جھللائی قمیض کی سادھی پر اپنی اتنی کاسب سے جلدی کنڈن کاسیٹ زیب تن کیا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ ایک آپ بھی کر لکھا تھا۔ اور وہ واقعی قیامت لگ رہی تھی۔ اور سائے کتنی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی یہاں بھی اتنی زیادہ تعداد میں مدعو تھے کہ ایک قریب آکر کھڑا ہوتا تو دوسرے ہی سے اس کی جگہ کوئی اور صورت نظر آنے لگتی۔ اور وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ کھانے کی میزوں پر تو ایک آڑھام ہی لگ گیا تھا۔ وہی چل بھی کر تو مجھ پر اور میں مجھ پر۔ کہ یہاں ایک دوسرے پر ٹوٹنے پڑے تھے۔ یوں محسوس ہوتا جیسے کئی وقتوں سے جوئے ہوں یا پھر شادی کا کھانا کھانا کبھی بھیب ہی نہ ہوا ہو۔ اس اختتام میں اس کے امی اور زولب بھی نہیں گم ہو گئے تھے۔ وہ کسی نہ کسی طرح سکر بنا کر میز پر جا پہنچی تھی اور ٹیٹ میں کھانا ڈال کر بیٹھی تھی کہ عین اس کے تھکان کے نزدیک کسی نے سرگرمی کی۔

اور وہ آپ ہیں آج تو بائبل پہچانی ہی نہیں جاتیں۔ آئینہ ش میں وہ ایک دم اس کی آواز نہیں پہچان سکی۔ چونکہ کرمی قلب کی طرف دیکھا تو سرسٹ میں بیوس لہنی تمام آواز جات

کے ساتھ مدید کھڑا تھا اس اچانک ملاقات پر وہ بھی ایک خوش کن ماحول میں وہ ناگواری کا اظہار بھی نہیں کر سکی۔ مسکرا کر بول۔

پہچاننے تو آپ بھی نہیں جانتے تھے؟

اچانک فائق میں بہت اسٹاکٹ مگدلم ہوں۔ قیاسے دوست بھی تو یہی کہہ رہے ہیں۔

نہیں لوگ کہتے ہیں تو چر سٹیک ہی کہتے ہوں گے۔

اس نے کہا اتنے اہم مقامہ انداز میں کہا کہ اسے بے ساختہ نہیں آگئی۔ جسے اس نے خود ہی دبا لیا۔

مدید کی نگاہیں اس پر جم گئی تھیں۔ پہلی مرتبہ اس نے اسے ایک دلچسپ انداز میں ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ سمجھ رہا ہو کر بولا۔

او۔ یوں فائق فائق یہ انداز وارفتے انداز میں اس کے تقریب کرنے پر وہ بڑی طرف جھینپ کر بول۔

تھک کر۔ مجھے عادت تو نہیں ہے۔ وہ بس اتنی کہ کہا کہ ساڑھی پہن کر میں کھڑے ہوں۔

بہت اچھا کیا۔ ساڑھی ہی پٹا کیسے اس آپ بہت اچھی لگتی ہیں؟ وہ بدستور اس تھلاہٹا لگاتے لگاتے بولا۔

تب ایک دم ہی اسے احساس ہوا کہ وہ کس بات کہہ رہی ہے۔ دل میں یکبارگی ایک کھلے فوس بھل۔ وہ جلدی سے میز کی طرف بھاگ کر بول۔

اور مجھے تو اس کا بھی خیال نہیں رہا۔ اور اب تو کسی چیز کی ضرورت ہوگی؟ وہ اسے کو بول۔

کہہ رہی آپ کے والدین؟

پتا نہیں۔ یہی کہیں اس نے کہا۔

گئے ہیں؟ اس نے جھلت میں آگے کہا۔

نہیں۔ یہ آپ کی ایک امانت ہے۔ اس اسے لیتی جاتیں؟ وہ اس کے کو بول۔

میری امانت ہے؟ اس نے چپے پھر چا۔

پکیزہ پختہ ۹۱ جنوری ۱۹۶۷ء

پاکستان پبلک ۹۰ جی ۹۰







عالت ہے جو یہاں بیان کی ہے وہ جملہ سی ہو کر لوں۔  
پس یہ سون ہی ہا پہل سے ڈیچارج ہونے  
ہیں اور ٹیکنگ کا ڈیجے سے بہت بستر ہیں۔ ویسے  
میں نے مدد یہ جاننے کے ہاتھ قس خط تو بھیجا  
تھا۔ کیا اب تک ان کا تم سے کڑی ٹیکٹ نہیں  
ہو سکا؟

اور مدد کا ہم سن کر اس کا دل چاہا اتنی گالید  
وہ اتنا بڑا جھلا کہے کہ مدد کے ساتھ پشتیں بھی  
باد رکھیں مگر وہ تو اس خط کا ذکر بھی گول کر گئی  
جو شادی کے موقع پر اس نے مدد کا نام لے  
کر اسے دیا تھا۔ البتہ اس نے جواب میں انتہائی  
حقارت سے صرف اتنا کہا۔

وہ اتنا ہی گرا ہوا اور ذیل انسان ہے میرے  
ساتھ نہیں ملے گا نام بھی نہ لینا۔  
بائیں بائیں۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ جبکہ وہ نہ  
صرف طریق بلکہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ وہ یہاں  
جب بھی پیکی احوال پر کسی کو آتے۔ زیادہ تر تمہارا  
ہی ذکر کرتے تھے۔ انہیں اس بات پر بڑا ہمتا  
ہے کہ انہوں نے ایک ذرا سے مذاق پر سب کے  
سامنے کسے اتنے روڈ لی بات کی۔ اس لیے  
وہ اپنی اصل زیادتی کا ازالہ نہیں، پناہ کرنا چاہتے  
ہیں۔

مدد نے یہ ساری باتیں انتہائی سنجیدگی  
سے کہیں۔ اور وہ جو اس کی باتوں پر غصے سے  
بھی کتاب کا یہی سخی جھٹکتے ہوئے بچے میں  
ہیں۔

اور وہاں ذیل۔ تباری باتیں سن کر تو مجھے  
اس سے اور بھی نفرت ہو گئی ہے۔ تم اب اس  
کے بارے میں ایک لفظ بھی مجھ سے نہ کہنا ورنہ  
میں تم سے کئی کئی کر لوں گی۔  
اور وہ بھی یہی کہیں کی طرح کہیں اور کئی کئی  
کی اسٹوری باتیں چھوڑو۔ عا شاہ اللہ اب تم جوان  
ہو گئی ہو۔ کہیں میں پر طور رہی ہو۔ اپنے اچھے  
نہ سے میں تیز کر سکتی ہوں حالات کو مجھے کئی صلاحیت  
بھی رکھتی ہو۔ میرا کزن کوئی گریڈی شخصیت نہیں  
ہے۔ ہم سے بھی نہیں زیادہ اور پناہ اسٹیش لکھا ہے۔

ڈپلین میں سفر کرتا ہے۔ اور یہاں بھی  
کی شان و شوکت سے۔ جتنا ہے۔ اتنا ہے۔  
بکر دار سو تو اسے حسین سے حسین تر ہے۔  
تو کیوں کیوں نہیں ہوتی۔ یہ تو ساری ساری  
ہے کہ اس کی نظر انجی ب تم پر پڑ گئی ہے۔  
آئی ساری بے تحاشا حسین ز کو سوس میں کہہ  
کے۔ تم بھی ماشاء اللہ جوان ہو گئی ہو۔  
ہاتھ۔ پہلے کرنے کا بھی وقت آ گیا ہے۔  
عمر ہوئی ہے شادی بیاہ کی۔  
انورہ فور گوڈ سیک مدی۔ اپنی یہ بات  
بند کر دو۔ اور اگر قس وہ اتنا ہی پسند  
اس سے شادی کر لو۔ مگر مجھے قرانی کا بکر  
کی کوشش نہ کرو۔

اس نے بڑے جبر و قفل سے کام لے کر  
دانت میں مدد کی یہ ساری بکواس سن کر  
بعد جلتے جھٹکتے انداز میں کہا۔  
اسے کاش کہ ایسا ہو سکتا۔ مگر وہ تو  
ذہن گرو گریہ کا اسیر ہے۔ اتنا کہ اگر کہیں کا یاد  
ہوتا تو تبار کی خاطر اپنے تحت و تاج سے  
دستبردار ہو جاتا۔  
مدد نے اس کے جلتے جھٹکتے انداز  
انتہائی شورغ بچے میں کہا۔ تو اس نے اور  
کہہ کر ریسور کو کرڈیل پر رنج دیا۔

اس روز سے وہ مدد سے دلبرداشتہ  
ہو گئی تھی۔ وہ جو اب ایک شال دیتی ہیں کہ  
پٹ کی طرف ہی جھکتے ہیں تو وہ حقیقتاً  
بات ہے۔ کہنے تو فطری طور پر پٹ ہی  
طرف جھکتے ہیں۔ اور یہاں پر وہ شال بھی مانتی  
ہے کہ گیسے کو گدھا کھاتا ہے۔ تو مدد  
اور مٹی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مدد بھی  
مدد اس کی حمایت میں نہیں بولی تو کی مدد  
میں بولی۔ اس نے اپنے طور پر مدد کے بارے  
میں جو اس کے تاثرات تھے وہ بیان کر دیے  
اسے اس بات پر بڑا رنج و ملال تھا کہ مدد  
نے مدد کی وجہ سے اپنی پرانی دوستی میں رنج

ڈال لیا۔ وہ نہ اصل حقیقت سے وہ اچھی طرح واقف  
تھی۔ پورا آڑ لگے کیا ہو گیا تھا؟ یہ کیا ہوا تھا؟  
مگر میں وقت پر جواب دیتی تھی تو اصل بات  
تاکت ہوں۔ جو بات بھی ہوتی ہے یا جو اب میں  
تو سچوہ بعد میں یاد آتا ہے۔ جس کی جڑ  
مجھے جیتا ہے کہ ساتھ ساتھ خرمندگی میں شادی  
ہوئی ہے۔ آخر میں نے مدد کو اس بات پر  
تجائی کیوں نہیں کیا کہ وہ جو کہہ بھی کہہ با ہے یا  
جو ارادہ بھی رکھتا ہے۔ وہ ایک انتہائی سنجیدہ  
کے تحت ہے۔ اور جب فیض نے مدد کے  
سانحہ سے مٹی ایک اور بتا نہیں کیا کہ اس کا  
تو مدد تریہ کرنے کے چاہتے اس کی باتوں میں  
پاں ملا کر رہیں تھی۔ خیر اب میں آئی ہے بس خود تمہارے  
تو نہیں ہوں اور نہ ہی میرے والدین اس کا دیا  
کھاتے ہیں یا اس کے ذیل یا جو اس کے فیض  
پر غصہ چاہے سر جھکا لیں۔ جاتے کب تک  
اور کتنی دیر وہ یہی سب سوچ سوچ کر لہجہ میں  
مگر اس کی فطرت کے بموجب یہ الجھن بس وقت  
ہی تھی۔ جو جلد ہی ختم ہو گئی۔ ان دنوں وہ بڑی  
شد و مدد کی حالت میں معروف تھی اور بڑی  
باقاعدگی سے کیس جا رہی تھی۔ اس لیے اسے  
عمر میں روتا ہونے والی باتوں کا کچھ علم ہی نہ تھا۔  
وہ تو ایک دن زولی نے بہت خوش ہو کر  
بتایا کہ مدد نے اپنے پیر جیکٹ کا ٹکڑا لہجہ  
کو منظر کیا ہے۔ اور ان کا جو کاروبار ہے اسے  
بھی تو بیع دینے کا وعدہ کیا ہے۔ چلتا ہے تو  
اس سے کہہ رہے تھے کہ اب چند ماہ بعد ہی ہم  
انشاء اللہ ایک نیا جھگڑ خرید لیں گے۔ کیونکہ  
مدد بھائی کو ہماری رہائش کے لیے یہ جگہ بھی  
نہیں ملتی۔ اور ہاں البو کوئی اور بڑی ماڈل کی  
کار بھی مل جائے گی۔

ہاں اور البو ہر وقت ہاتھ باندھے ان کی تحت  
میں کھیسے رہا کر میں گئے؟ وہ اس کے خوش ہو کر  
بتانے کے انداز پر جمل کر لول۔  
ہاں یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ مجھ کو وہ بھی البو  
کے متعلق۔ کیا آپ البو کو اتنا گرا ہوا کہتی ہیں۔

کھینچی ہو کر کیا آپ کو ان میں میں مسخرہ کر  
کس شخص پر اور کھینچے ہیں۔ کچھ آپ کا کھینچے  
ہیں؟ کہ انہیں سچوہ تو یہ کہیں لکھنا چاہی  
ہوں۔ کہ انہیں اس کا ہاتھ لگایا یہ مٹی میں لکھ  
ہوں۔

وہ جو میں میں ان کی فیض نے وقت سے بولی  
وقت بول اور اس جہ سے تو مجھ اس شخص  
سورہ لے کر انہوں نے کچھ اور کہیں اس میں  
فلکس کی اور کو قبول کر لیا۔ کچھ اس شخص پر  
کو کہہ ایسے سبز باغ دکھاتے ہیں گے بھی تو وہ  
زولی کی ملاست جہی کھنکھہ پر شہا کر لول۔  
البو ان سے کہیں زیادہ جانا دہو جانا  
نہیں ہنسن میں۔ اور خدا کرے کہ وہ کچھ بچے  
ایسے لالچی ہیں نہیں ہیں کہ کس کی چالوں میں آجائیں  
مگر انہوں نے تو ابھی تک مدد بھائی کی آواز  
قبول ہی نہیں کیا ہے۔ البتہ ان کی باتوں سے  
بھی کچھ پروردگار کا کچھ کر لیا۔

نہیں نہیں خدا کرے کہ اس شخص کی آواز  
کو کہیں قبول کر لیں۔ تم مجھے کئی کوشش کر زولی  
یہ سب ایک دھوکا ہے نہ کہ سچ ہے۔ ہر وہ شخص  
ہماری فیمل کو دینا چاہتا ہے۔ یہ اس کی ایک شہادت  
چال ہے۔ یہیں نیا دکھانے اور اپنے بیرون کے  
روند بننے کی ہیں ذلیل کرنے کی۔  
مگر کیوں آخر کیوں وہ ہیں ذلیل کرنا چاہتے  
ہیں۔ جبکہ ہمارا تو ان سے یا ان کو کہیں سے کبھی کوئی  
تعلق ہی نہیں رہا۔ آخر آپ ان کے بارے میں  
ایسا کیوں سوچتی ہیں۔ مجھ کو کیا لگا رہا ہے انہوں نے  
آپ کا میرے خیال میں تو وہ آپ کو اچھی طرح  
جانتے ہیں۔ پھر خواہ مخواہ کس کو شکوک و شبہات  
کا نشانہ بنانا چھٹا کہاں کا انصاف ہے؟

زولی اس کی الزام تراشی پر بڑبڑ کر لول۔ مگر  
وہ زولی کو اصل وجہ کیسے بتاتی کیونکہ وہ اچھی طرح  
زولی کی لاپرواہ فطرت سے واقف تھی۔ کہ وہ اگر  
تصور والے واقعہ کی شیں بھی کرتی تو اسے کون  
اہمیت نہ دے کہ اس کا مذاق ہی اڑاتی۔ لیکن  
اب وہ ساری باتیں میں مدد کی باتیں تو اسے

پکینہ پچل ۹۷ جنوری ۱۹۷۱ء

پکینہ پچل ۹۷ جنوری ۱۹۷۱ء



تہنے سے۔ جس سے اس نے اس سے  
 نیچے میں ہونے لگا۔ اس نے اس سے  
 اس کا پیغام اس کے ہونے پر دیا جس نے  
 البتہ اتنا فخر نہ کیا کہ گھر کی چیزیں کوئی تبدیلی نہ  
 آن نہ ملے گی چنانچہ اس نے اس بات سے  
 اندازہ لگایا کہ اس بات کے نہیں بڑھیں  
 اس لیے جیسا کہ اس نے سوچا تھا کہ اتنے ہی  
 اپنی مانی سے اس معاملے یا مسئلے پر فہم بات  
 کرے گی تو گھر میں کوئی تبدیلی نہ دیکھ کر اس نے  
 خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا مگر کہ یہ روز بعد اس  
 نے محسوس کیا کہ اس کے ہونے پر بہت دیر سے گھر آنے  
 لگے ہیں البتہ حیرت کی بات یہ کہ اس کی اتنی ان کے  
 اتنی تاخیر سے آنے پر ہر اسان نہیں ہوئی۔ بلکہ  
 بڑی خندہ پیشانی اور شاک سے شہر آتی ہیں۔  
 البتہ بھی بڑے ہل اور کن سے نظر آتے تھے اور  
 وہ اس کی وجہ معلوم ہی کرنا چاہ رہی تھی کہ ایک دن  
 یہ مسئلہ خود بخود حل ہو گیا۔  
 جب گھر میں بے موقع ادب سے وقت مرت  
 وہ وہ کے بعد رنگ و روغن کر آیا گیا۔ ڈرائنگ روم  
 کی سینگ بدل گئی۔ نئے پردے اور چند قیمتی  
 آرائشی چیزوں کا اضافہ کیا گیا۔ سرون برآمدے اور  
 بیڑیوں کو خوشنما چوڑوں کے گلابوں سے مزین کیا  
 گیا کہ گھر کی چیزوں میں اضافہ تبدیلی اور رنگ و روغن  
 ہمیشہ عید کے موقع پر ہوتا تھا۔ جبکہ عید میں بھی  
 اس کی کم و بیش چھ ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ وہ صاف  
 کہہ گئی کہ یہ اتنی زبردست تبدیلی سیدھے سامنے  
 اس کے کاروبار میں اس کے ابڑی شمولیت کے  
 کچھ کہنے سے پہلے ہوئی۔

کیوں ہمارا مستقبل کیوں تاریک نظر آتا ہے۔  
 اور اگر تجھ جیسا مستقبل تو سیت لڑنے سے فخر  
 سے جانتے آئے ہو تو اس سے سوچو کہ وہ بھی  
 انہوں نے اپنے ساتھ بھی لڑیں ہی جانی ہوئی ہے۔  
 ہاں اور اس میں ساتھ کو مزید بستر بنانے میں  
 تو کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ اب وہ دنیا تو نہیں رہا  
 کہ فسانہ لکھنا فخر بنانا جیسا کہ یہ بات کہہ کر  
 ہے اس پر تجھ کر کے بیچارہ ہے یا پھر وقت کا  
 اشتغال کرنے میں عمر گزار دے۔ تو کہہ بن کر  
 دکھانے کا دوست۔ وہی چل رہا ہے کہ چلے ہو  
 مار کھانی وقت کو گزرتا مار کھانے کے مرحلوں  
 ہی جوت ہے۔ وقت سے فائدہ اٹھا کر ہی فسانہ  
 کہہ چکا ہے۔ لیکن کچھ لوگ وقت کی بستی چھوٹی دھار  
 میں ہاتھ ڈال کر تو وقت پر نہیں ہوا کہ وہ اس پر  
 مبارقتاری سے نہیں گزر جاتے بلکہ کہیں اپنی  
 کہہ چاہ ہی ہو گھر گزر رہے گا۔ اور یہ تو وہی  
 اجنبی اور غریب گھر نہیں ہیں۔ بلکہ تیار سے انور  
 کے دھکے تھپتھپانے والے ہیں۔ زونٹاں ہیں  
 تیار دی وادی کی فرسٹ کزن کی جوتی ہیں۔ محل میں  
 تیار دی وادی جان ایک امیر و کبر خانہ داران سے  
 تعلقی رکھتی ہیں جبکہ واداکھانے پیچھے گھرانے سے  
 تعلق رکھتے ہیں۔ اور  
 انور انہی آپ بچے یہ کیا بتانے بیٹھ گئیں۔  
 وہ لوگ اگر کہیں کے بادشاہ بھی ہوتے تو میں کسی  
 کی حیثیت سے متاثر نہ ہونے والی نہیں ہوں بلکہ  
 تو میں اس بات پر سخت اعتراض ہے کہ اتنے  
 ان کی ملازمت کس دل سے قبول کر لی۔ جبکہ ان کا  
 تو اپنا ذاتی کاروبار ہے اور اس کے جو کچھ بھی  
 آتا ہے۔ وہ چاہے سر آتا اور سر جاتا ہے۔  
 پھر جیلا کس کے آگے ہاتھ چھلایا یا کچھ مناسب تو  
 نہیں ہو گا۔  
 اسے تو بہ کر دینی ہم کسی کے آگے خدا نکرے  
 ہاتھ کیوں چھلانے لگے تم بولتے ہو تو گڑھا  
 دیکھتی ہو وہ کھائی بس لیے ہی چلی جاتی ہو۔  
 دست ہے کہ لاندہ کے فضل و کرم سے ہلکی کمال  
 حیثیت کافی مضبوط ہے۔ مگر یہی آج کل کی ہنگام



یہ معاملات برسے نازک ہوتے ہیں۔ انہیں خاندان کے بزرگ ہی طے کرتے ہیں اگر تم واقعی سنجیدہ ہو تو اپنے والدین سے کہو کہ وہ خود اگر باقاعدہ پیغام دیں۔ چنانچہ اب میں آپ سے کہیں کس زبان سے بتاؤں کہ خواہ کس کے والدین آئیں یا گورنر جنرل، جب میں نے تہنیت کر لیا ہے کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا تو یہ

اے چھوٹا واس تو تو مولو کو اب کوئی اچھا رشتہ آیا تو ہم نہیں جھانسنے سے تو رہے۔ شادی تو تیار ہی ہر صورت میں ہوگی۔ اب یہ تو تہنیتی خوش قسمتی ہے کہ نہ تو ناشیلم اپنے پر و جہاں کا اقتدار کرتے خود ہی کاری میں مجھے یقین ہے کہ وہ بارے بدل بھی آئیں گی۔ خیر میں نے تو پہلے سے ہی سب کچھ شک کر کے رکھ لیا ہے۔ اس کی امی نے اس کی بات پر کوئی نہیں دی انداز ہی ہے کہیں۔

بی ہاں مزدور کہ ان کے صاحبزادے اتنے وعدے وعدہ کرنے کے بعد یہاں آگئے تھے جو اب وہ آئیں گی۔ امی یہ سب نہ دیکھ سکی باتیں چلتی ہیں ورنہ آتا جاتا کون بھی نہیں۔

ہاں عام حالات میں تو وہ شاید ہی آئیں۔ مگر اب بیٹے کی خیر اور خواہش کے ہاتھوں مجبور ہو کر تو مزدور آئیں گے۔ ماں نے کہا تو وہ تنگ کر لیں۔

شک ہے مگر آئیں گی تو آئیں مگر میں ان کے سامنے ہرگز نہیں آؤں گی میں آپ سے کہہ چکی ہوں امی کہ میں شادی نہ کرنے کا عہد کر چکی ہوں۔ آپ ابو کو بھی میرے اس ارادے سے آگاہ کر دیں اور لے لیا ہی ہے تو نہ تو ان کے سامنے پیش کر دیجئے گا۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو گستاخ لڑکی! تمہیں کس نے اتنی جرات دی میرے سامنے زبان چلا سکے۔ اس قدر بول کون ہو عہد کرنے نہ کرنے والی میں نے تمہیں تو نامہ بیٹھ میں لکھا ہے۔ تمہیں جنم دیا ہے۔ ہاں پس کراتنا بڑا کیا ہے مجھے پورا پورا اختیار ہے۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو گستاخ لڑکی! تمہیں کس نے اتنی جرات دی میرے سامنے زبان چلا سکے۔ اس قدر بول کون ہو عہد کرنے نہ کرنے والی میں نے تمہیں تو نامہ بیٹھ میں لکھا ہے۔ تمہیں جنم دیا ہے۔ ہاں پس کراتنا بڑا کیا ہے مجھے پورا پورا اختیار ہے۔

پاکستان سیکرٹری ۱۰ جنوری ۱۹۷۱ء

میں جس سے چاہوں گی تمہاری شادی کروں گی۔ جاؤ چلی جاؤ میری نظروں کے سامنے اب آئینو کبھی اس معاملے میں اپنا منہ نہ کھولنا۔

اس کی امی جو اتنی دیر سے اس کی خود سزا بٹوں کو برداشت کر رہی تھیں۔ زوئی کو سدید سے منسوب کر دینے کے مشورے پر ایک دم ہی فحش میں آکر لوہیں بلکہ ایک طرح برس ہی پریشانی اور وہ بھی آنکھوں میں آنکھوں کی جھل سیٹھ۔ فوڈ آہی ان کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

ماں نے بڑی طرح جھڑکا تھا ڈانٹ پلائی تھی یا جو کچھ بھی تھا اس کے باوجود میں اپنے ارادوں میں تبدیلی لاتے کے لیے وہ کسی طرح تیار ہی نہ تھی۔ وہ یہ بھی خوب رہی میری کون حیثیت ہی نہیں رہی اتنی کی نظروں میں۔ جس سے وہ چاہیں گی میری شادی کر دیں گی۔ گویا میری مرضی کو کسی بات میں کون دخل ہی نہ ہوگا۔ تو پھر امی اور زوئی نے مل کر قلم کیوں دلاواں۔ کیوں بڑی بیٹی بڑی بیٹی کر لیا اپنی اس بات کا احساس دلاواں۔ اس سے تو اچھا تھا وہ مجھے باہلی ہی رہنے دیتے۔ خیر میں بھی وقت آنے پر دیکھ لوں گی کہ کس کی مرضی چلے گی۔ وہ چپکے چپکے آئینو بہان بڑی دیر تک یہی سب سوچتی رہی۔

آخر وہ دن بھی آگیا جس کا اس کے والدین کو بڑی شدت سے انتظار تھا۔ اس روز وہ ناشی سے فارغ ہو کر کیمپس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی کہ زوئی نے آکر کہا۔

بھو! امی کہہ رہی ہیں کہ آج آپ کیمپس نہیں جائیں۔

کیوں بھی، کیوں نہ جاؤں سیمسٹر شروع ہونے والے ہیں آج تو لیکچر اینڈ کرنا بہت ضروری ہے۔ اچھا مگر امی نے تو یہ ہیں کہا ہے آپ خود ہی ان سے بات کر لیں نا! زوئی بولی۔

وہ تو میں ان کو بتا دوں گی مگر پہلے تم بتاؤ کہ ایسی کیا خاص بات ہے جو مجھے کیمپس جانے سے روکا جا رہا ہے۔

ہائے تو آپ کو کچھ معلوم ہی نہیں پتا نہیں کہ

دنیا میں رہتی ہیں آپ۔ بھو! امی ٹھیک ہی کہتی ہیں کہ آپ گھر کی باتوں سے کون دہشتیں ہی نہیں رکھتیں۔ ورنہ بڑی بیٹی ہونے کی سزا سے تو مجھ سے زیادہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے تھا۔

زوئی نے گھر کے یا صاحب عادت مذاق اس نے انہیں انہیں نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اور تھکے سے انداز میں بولی۔

بھئی تو بائیں ہی نا بلکہ ہوں مگر تم کو تو یہ بات معلوم ہو چکی ہو کہ بک کر کے بھلے تم ہی بتا دو کہ آخر بات کیا ہے۔

وہ متر متر نہ تو ناشی آئی صاحب! آج ہمارے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمانے آرہی ہیں اب ان کے ساتھ اور کون ہوگا اس کا بچے اصلاً علم نہیں۔

میں نے تم سے یہ کب پوچھا کہ ان کے ساتھ اور کون ہوگا۔ میں بدترین کہیں گی تم خود ہی ان کی آمد کے بارے میں بتا رہی ہو ورنہ میرے تو زبانی کو بھی خبر نہ تھی۔ اور آخر ان کو بلا یا کہیں گیا ہے۔

دیکھ لینا خود ہماری اپنی ہی بیٹی ہوگی چارہ ہی مذاق بنے گا۔ ویسے میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ دیتی ہوں کہ وہ چارے یہاں کبھی آئیں گی ہی نہیں ہاں بیک لینا وقت کے وقت انہیں کوئی ضروری کام پڑ جائے گا۔

ادھو بھو۔ کون سی وہ فرمانروا نے سلطنت ہیں۔ ہم ہی میں سے ایک ہیں۔ ہمارے رشتے دار۔ ان کی آمد کوئی اتنی بڑی اور اہم بات تو نہیں ہو گی۔ خیر میں امی سے جا کر کہے دیتی ہوں کہ میں نے آپ کا پیغام بھوک پنجا دیا ہے۔ باقی آپ جانیں اور وہ پتا کہہ کر زوئی نے کمرے سے باہر نکل گئی اور کچھ عجب سے حالات میں تھی۔ اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس نے کس بات پر اسے بری طرح ڈانٹ پلائی ہے۔ اس کے جانے کے بعد اس نے اپنی امی سے کہہ پوچھا مناسب نہ سمجھا مبادا کہ ماں شادی کے موضوع پر کوئی نیا ٹیکہ دینے بیٹھ جائیں۔ ماں نے کیمپس جانے سے روکا تھا اس لیے اسے میں جانے کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔ کچھ ہی دیر

بعد اس کی امی خود ہی اس کے کمرے میں آئیں اور آتے ہی بلا تہدید کہنے لگیں۔

آج نہ تو ناشی نہیں آرہی ہیں۔ ایک تو ذرا اگر کہیں کی خبر بھی ملے تو اور دوسرے ذرا اچھے کپڑے سننا اور گلے اور کالوں میں بھی کوئی اچھا سا زیور ڈال لیں۔ اور ہاں ان سے پھر پٹر باتیں نہ کرنے لگ جاتا اس طرح نہ ٹھیک کو نہ بھٹنا بلکہ بہت تیز اور اخلاق سے پیش آنا تھا کہ وہ میں دل میں جاری تقریریں کیے بغیر نہ رہیں کہ میرے تھیں امی عمدہ تربیت دی ہے۔ دیکھو جو کہہ رہی ہوں وہی کرنا۔ کہیں مجھے تم کو کوئی نہ پڑے: اس کی امی بس یہی کہنے آئی تھیں۔ بات پوری کر کے فوڈ آہی کمرے سے باہر نکل گئیں۔ اُن کس قدر مرعوب ہیں۔ یہ امی اور ابو ان متر متر سے یہ سارا ان کی دولت کا کمر ہے۔ ورنہ اپنے ابو اور امی تو کسی سے بھی مرعوب ہونے والے نہیں ہیں۔

اس کی امی نے خواہ مخواہ اسے گھر میں روک کر اس کی پر جان کا مرج کر دیا تھا۔ ورنہ نہ تو ناشی بیگم تو چھٹے کے وقت میں تشریف لائی تھیں اور وہ جو ایک شعر ہے کہ بہت خود سنستے تھے پہلو میں دل کا تو وہ جو بھید ہی تھی کہ ان کے ساتھ خاماڑاں اور رشتے دار خاتون کا ایک جتنا ہوگا تو اس کے برعکس صرف ایک خاتون ان کے ساتھ آئی تھیں۔ جن کے بارے میں بعد میں اسے پتا چلا تھا کہ وہ ان کی دست راستہ و مشیر اور رفیق تھیں۔ اور خادمہ بھی یعنی دوسرے معنوں میں ان کی شاگ کا بال ہیں۔ کیونکہ وہ ہر مشورہ ہر کام ان سے ہی لینے کی عادی تھیں۔

ابنیا امی کی تاکید کے مطابق اس نے ضروری رنگ کا بوتیک کا ڈیزائن شدہ لباس زیب تن کیا تھا جس کے ساتھ ہلکا چمکا طلائی زیور بھی پہنا تھا۔ اور پھر لکڑی کی ایک اسٹک بھی نگاہ میں تھی۔ جس میں زوئی کے لفظ نظر سے وہ قیامت لگ رہی تھی۔ ماں نے بلانے پر وہ ڈرائنگ روم میں پہنچی تو بڑے صوفے کے ایک سرے پر نہ تو ناشی بیگم اور دوسرے سرے پر خاتون عافیہ کو







ایکدم ہی زور زدہ سے ہنسنے لگی۔  
 واہ! بھو! واہ! آپ بھی خوب تماشا ہیں! یکدم  
 ہی مجھے دہلا کر رکھ دیا! وہ خوب ہنس لینے کے  
 بعد بولی۔  
 دیکھو! آپ کے کان بھر رہے ہیں۔  
 ان کا کردار متنبہ ہو جاتا ہے۔ اور میں یہ مکر بھی  
 پسند نہیں کروں گی کہ وہ تمہیں شک کی نظر سے  
 دیکھیں۔ سمجھیں تم آئندہ اس تیلے میں ایک  
 لفظ بھی زبان سے آئیں نہ لگاتا۔  
 اور یوں زندگی کے استحقاق معلوم ہوئے۔  
 دستور زبان ہندی کی ہر گادھی کی تھی۔  
 چنانچہ اب ایک ہی مل رہ جاتا تھا۔ سدھ  
 فرار حاصل کرنے کا وہ تھا خود بھی۔ جس کی اس کے  
 اندر ہمت ہی نہیں تھی۔ چار دن جا رہا تھا۔  
 کوہاٹ کے رزم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔  
 اور زندگی میں معمول کے مطابق گزر رہی تھی۔  
 اور اس کے وہیں خاص معاملے میں خاموشی اختیار  
 کر رکھی تھی۔ جتنی کہ زندگی نے اشار کیا بھی کہ نہیں کیا  
 تھا۔ ان ساری باتوں سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ  
 اسے دیکھ کر دیا گیا تھا۔ اور اس حال سے وہ  
 بہت مطمئن اور یقین تھی۔ کہ جو جس کی جگہ پاک  
 انش طور پر چھوڑنا اس کو ہنسنے کے نشان تھے۔  
 مگر یہ حال اس کی خام خیالی تھی۔ ایک بار بعد  
 ہی گھر کے بے رونق اور بیکار میں آجاتی تھی  
 روٹیں اور جھلکا ہوا چہرہ آئینہ۔ انی الو کو اس  
 نے اپنی باتیں سارے زندگی میں اس قدر شرم و فکر  
 خوش و خرم اور شائش و نشاط نہیں دیکھا تھا۔  
 اندر زوں اس کے تو دانت ہی نکلے رہتے تھے۔  
 وہ ہر وقت ان کے اندر کھسکتی رہتی تھی۔ اس نے  
 ایک روز اسے بتایا کہ زوناں بیکار ہے اس کے  
 لیے منگھری سے ملتا ہے اور وہ آنگنی کی رسم  
 ادا کرنے کی ایک انڈیا پر آمہی ہیں اس کے  
 بیویوں کے سے زمین نکل گئی۔ وہ بدحواس کی ہوتی  
 ایکدم ہی آٹھ گھنٹے ہوں۔ اور اپنی آواز میں بولی۔  
 قاتل! اللہ اللہ اس پاگل شخص سے مجھے شائب  
 کر رہے ہیں میری منگی کرنے والے ہیں اس بونگے  
 سے، وہ ہونے ہے۔ اللہ میں اس کی دوا کی کا نظام  
 اپنی ان آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ وہ تو لکیر کے  
 پیر کی طرح منظر ناک ہے۔ امی کو بتا دیا تھا پھر  
 بھی، پھر بھی وہ کچھ ایسے پاگل ہیں کہ سچے سچے کہوں  
 کہ زندگی میں چند لمحے کے لیے دہم کی روٹی۔ پھر

سودھاریں جہاں جا کر وہ ایک کامیاب مصنفہ بن گئیں۔  
 ایک بے آسائش زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور وہ اپنے  
 ولادت کا کبھی برا نہیں چاہتے اور میں تو شاید  
 مستقبل کو تانا بانک دیکھنے کا سب سے زیادہ خواہشمند  
 ہوں۔ اور اپنی اس خواہش کے مطابق زندگی بسر کرنا  
 کے باوجود میں نے تیار سے لیے سدھ کا ہر لفظ  
 منظر کر لیا ہے۔ نہ بن دے چکا ہے اس لیے  
 بلٹ بھی نہیں سکتا۔ اس لیے میرے اس فیصلے  
 کو خوشی سے منظر کر لیں۔ پڑھوں شام ہو جائے تو  
 میں ہندی منگی کی رسم ادا ہونا قرار پاتی ہے۔ خدا  
 نہیں یہ رشتہ مبارک کرے اور سدھ اس کی رکنے  
 آنا کہنے کے بعد اس کے سر کو آہستہ سے  
 تختہ کر اس کے انو اس کے کمرے سے باہر نکل  
 گئے۔ اس کے پیچھے اس کی مانی بھی سننے سے روکتی  
 پوچھ باہر چل گئیں۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کو  
 تختہ کرنے میں بہت سے آنسو اس کی گردن میں تارے  
 ہیں۔ پھر حال حکم خاتم کے مصداق اسے البو کے فیصلے  
 پر ہر جگہ ناہمی پڑا۔

شک ایک ہفتے بعد وہ دن بھی آگیا  
 جس روز اس کے خیال میں اس کے والدین اس  
 کی قیمت سدھ کے ساتھ چھوڑنے والے تھے۔  
 تیار ہاں تو کئی روز سے سو رہی تھیں۔ یعنی گھر کو  
 مزید تنہا اور سجایا جا رہا تھا۔ زوں اور اس  
 کی امی اپنے بلبوسات اور زیورات تیار کرنے  
 میں مگن ہوئی تھیں۔ یا پھر زوناں اور سدھ کی  
 بیویوں کے لیے پناہ و نیاں تیار کرانی جا رہی تھیں  
 حالانکہ منگنی پر پناہ و نیاں دینے کا کوئی دستور  
 ہی نہ تھا مگر جہاں دوست کی ریل پیل ہو تو ایسے  
 دستور یا رسوم خود ہی ایجاد کر لیے جاتے ہیں۔  
 پناہ و نیاں کے ساتھ سب کے لیے زیورات گے  
 سیٹ بھی بنوائے گئے تھے۔ اصل میں اس کے والدین  
 سب پر یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ بھی کسی سے  
 کم نہیں ہیں۔  
 سید کرشن ایک فانیٹا سٹار معروف موٹل  
 میں ہوا تھا۔ منگنی کا جوڑا اور حوائی لکڑی رنگ کے  
 کراس کے قریب آگیا۔  
 آپ کی نگاہیں شاید مجھے ڈھونڈ رہی ہیں



قریب ہی خود ہی حاضر ہو گیا ہوں۔  
 اس نے آہن زنجیر سے کہا کہ قریب بیٹھے ہونے  
 لگے۔ اور وہ شرم سے پسینہ ہونے  
 لگا۔  
 وہ نے آہ تو خوشی کا موقع ہے آج تو آپ  
 رسم کے بعد میرے ساتھ باہر چلیں گی نا؟ اس کے  
 قریب بیٹھ کر اس نے دھیمی آواز میں دنیا سے  
 پرچا۔ تو وہ کساکر چہرہ جھکائے جھکائے بولے۔  
 نہیں نکلیں۔ جواب دینے کا انداز  
 بھی بہت تکیا سا تھا۔  
 کیوں۔ کیوں نہیں۔ اس نے اس کے  
 سین چہرے پر نظروں مرکوز کیے کیے پوچھا  
 نہیں صاف ظاہر ہے ابھی تو صرف منگنی ہی  
 ہو گئی نا؟  
 ہاں اور یہ مشرق ہے۔ یہاں ایک دم ہی آپس  
 میں اتنا فری کوئی نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کا کر  
 رہی ہیں غایب۔  
 قریب ہی سے کہے کہ سو ان آوازوں  
 شان وں تو اس نے غصہ کر ایک لمحے کے لیے  
 دیکھ کر ایک نظر ڈال ادا دہی آواز میں بولا۔  
 جہن کمال ہے یہاں تو ایسا معلوم ہوتا ہے  
 کہ جہن جہاں سے ساتھ ہی چکے بیٹھے ہیں؟  
 ہاں تو دہان کے مطابق شکر سے آہستہ  
 سے بات کرنی چاہیے۔ یوں پچھے وچھول کی طرح  
 تو نہیں جہن چاہیے؟ اور اس نے گھوم کر کہنے وال  
 کی طرف دیکھا اور سر ہلا کر چلنے کرنے کے انداز  
 میں بولا۔  
 ہوں تو تم ہو مٹی۔ ٹھیک ہے میں تم کو  
 بھی دیکھ لوں گا۔ پھر اس سے قریب ہو کر بولا۔  
 یہ میری بہت شہر کر رہا ہے۔ جو میری  
 ذرا سی بات پلٹنے کا موقع تلاش کر رہی ہے؟  
 ابھی اس نے غصہ بھی نکلی نہیں کیا تھا کہ خاتون عاقل  
 نے آکر اس کے کان میں سرگوشی کی۔  
 سہارا بیگم خامی برہم ہیں آپ کے یہاں بیٹھے  
 پر اور آپ کو فوری طور پر طلب فرما رہی ہیں؟  
 خاتون عاقل نے چپکے سے سدید کے کان

میں کہا تھا اس لیے دنیا کہ میں نہ سن سکی۔ اور  
 وہ لوں آٹھ ایک انداز میں آٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جسے  
 خاتون عاقل نے اس کی کوئی کل دبا دی تھی۔  
 ماں کے پاس پہنچ کر ان سے مختصری درجہ کے  
 کے بعد ماں کا ہاتھ تھام کر اس نے انہیں اس مہل  
 پر لا کر بٹھا دیا۔ جس پر دنیا دہن کی طرف کی تھی  
 جہاں جھکائے بیٹھی تھی۔ ماں نے سدید کا ہاتھ پکڑ کر  
 آٹے بھی۔ اسی موقع پر اپنے پاس بٹھا گیا۔  
 اور شاید پہل بار نظر ہو کر دنیا کی طرف دیکھا۔  
 اور پھر بیٹھے کی طرف دیکھ کر مسکرائیں۔  
 خاتون عاقل نے ایک نہرے کشت میں پہلے  
 سے ہی زلیات کا سیٹ لپیٹے کھڑی تھیں۔ انہوں  
 نے اظہار کے وہ سیٹ منگوایا اور اس میں  
 سے بیٹھا ایک نازک سا سیٹ نکال کر دنیا  
 کو سنا یا اور پھر آنکھوں میں سدید کے ہاتھ میں دے  
 کر نکلیں۔  
 کو جہن یہ منگنی کی انگلی تم اپنی منگنی کو خود  
 ہی پناؤ؟  
 اور اس نے بے تابانہ منگنی کی انگلی ماں کے  
 ہاتھ سے لے کر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دنیا کا ہاتھ  
 اور منڈان کا ہاتھ پکڑ کر سیٹ کے ہاتھ کی انگلی میں  
 پنا دی۔ اس کے انگلی پہننے کے بعد دنیا  
 کی والدہ نے بھی رسم پوری کرنے کی غرض سے اس  
 کی پیشیت انگلی سدید کو پنا دی۔ پھر کچھ دیر  
 بعد دُشمر ہو گیا۔ اور تقریب کے اختتام تک  
 وہ اس کے سر پر ہی سوار رہا۔ اور طرح طرح کے  
 چٹکے چھوڑتا رہا۔ مگر اس کے کان اس کی گزرتی  
 قیاس آرائیوں کی طرف لگے رہے جو وہ اس کے  
 بارے میں کہہ رہی تھیں۔  
 اب خدا کرے سدیدی کو قتل آجائے؟  
 خیر، عقل مند تو وہ بہت ہے ہاں البتہ وہ  
 جو پچھنا ساس ہے نا اس کے مزاج میں اسے اب  
 ختم ہو جانا چاہیے؟  
 ارے نہیں۔ پچھنا کیسا ہی ازوری ملے  
 اینڈ اگر یہ سنا پ، بس اپنی ہی سنوانے کا  
 مادی ہے۔ اور فقہ تو جیسے ناک پر رکھا ہوتا ہے

پکینہ پچھلے ۱۰۷ جنوری ۹۹

اس کی یاد نہیں وہ جو اس کا پالتو کن تھا۔  
 وہ اپنی زخمی ٹانگ کی وجہ سے تیز نہیں  
 دوڑ سکا تھا۔ بس اتنی سی بات ہر اس نے روز  
 کر شوٹ کر دیا تھا۔  
 ہاں جہن پہلے تو یہی بات مگر اب خدا کرے  
 اپنی منگنی دنیا کے ساتھ کبھی نہ رہے۔  
 خیر منگنی ہونے کی حد تک تو وہ اچھا ہے  
 معاملہ معاملہ تو شاہی کے بعد شروع ہو گا۔ جب  
 وہ اس کی بیوی بنے گی؟  
 ارے چھوڑو۔ وہ جانے اور اس کی جگہ  
 ہیں اس سے کیا غرض؟ کس لڑکی نے کہا تو سب  
 یک زبان ہو کر بولیں۔  
 ہاں واقعی۔ نہیں کیا وہ جو کہہ بھی کرے؟  
 پھر وہ ساری لڑکیاں باتیں کرتی ہوں کہیں  
 غائب ہو گئی تھیں۔ مگر سدید کے پاس سے  
 ان کے خیالات اور باتیں سن کر وہ پہلے سے زیادہ  
 پریشان ہیں جہن پر اسانہ تھی ہو گئی تھی۔ اس نے  
 وہیں کھڑے کھڑے سوچ لیا تھا کہ منگنی کے اس  
 رشتے کو وہ تو ذکر رہے گی۔ کچھ لوگ خواب میں  
 میں کسی کے بارے میں جو نیکو چینی کرتے ہیں تو اس  
 میں اس کی اچائیوں اور خوبیوں کی بھی حذف کر  
 جاتے ہیں یا دوسرے معضوں میں اس کی ساری  
 خوبیوں اور اچائیوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔  
 یا پھر دوسرے کو نگاہوں سے گرا دیتے ہیں۔  
 کہنا میں طے کیوں کی باتوں نے جن میں خندید  
 کی گزرتی تھیں سدید کو دنیا کی نگاہوں نے تو  
 کیا دل سے بھی بائیں کر دیا تھا۔  
 یہی وجہ تھی کہ وہ منگنی کے بعد عمل الاعمال سب  
 سے کہتی تھیں کہ وہ منگنی کے اس رشتے کو تسلیم ہی نہیں  
 کرتی۔ زوں سے تو اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا  
 کہ اگر بدعت کا فون آئے تو اسے بھی بتا دینا۔ زوں  
 نے چھوٹی بینا ہنس کے باوجود اسے بہت کہا  
 تھا۔ مگر زوں کی کسی بات کو تو وہ خاطر میں  
 ہی نہیں لاتی تھی۔  
 سدید نے بھی ہر ممکن کوشش کر لی تھی کہ ایک  
 بار ہی وہ کسی طرح اس سے مل لے۔ مگر اس نے

سختی سے ہٹا کر دیا تھا۔ وہ تو بس اس روز بہت  
 ہی اٹھا کی لکڑی متوقع طور پر وہ اسے چما کے نہاں  
 جانے میں غور کر رہی تھی۔ تو وہ اسے اپنے ساتھ اپنے  
 کمرے گیا تھا۔ کمرے کو کھول کر دیکھا۔ اس کی نیت اور  
 کردار صاف تھا اس لیے وہ اسے کون رک  
 پہنچا نہ بغیر کمرے چھوڑ گیا تھا۔ اور اس نے بھی  
 اپنے تئیں دل میں اس بات کا اقرار کیا تھا۔  
 اس کے باوجود بھی اسے اس کا یہ زبردستی اپنے  
 کمرے جانے کا جہی اقدام سدید نے ناگوار گزارا  
 تھا۔ بلکہ اس حد تک ناگوار گزارا تھا کہ وہ کس طرح  
 پھر بھی اسے منگنی تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھی۔  
 جہاں اس روز کے بعد وہ باہر باہر منگنی کر  
 چکا تھا۔ اس کی آواز سن کر وہ رات تک نہ سو سکا۔  
 اور کہیں جو بے بغیر ریسیدر رکھ دیتی تھی۔  
 جہاں اس نے زوں کی حضرت سے پیغام بھیج دیا  
 تھا کہ وہ فون بھیجی تھی اس کی ایک بات منگنی  
 سے۔ اصل میں تو وہ اس سے کوئی بہت ہی مختصر  
 بات کہنا چاہتا تھا۔ مگر وہ کہہ بھی نہ سکے کے لیے  
 خار نہیں ہوئی تھی۔ اور قاصد عدت نے بھی  
 اسے لپٹا کر کوئی بار فون کیا تھا مگر وہ ریسپونڈ  
 نہ کر سکی تھی۔  
 ہاں دیکھا تو دنیا اسے کھاتی رہتی تھیں۔ سدید  
 کی تقریریں کر کے اپنا منہ خشک کر لیتی تھیں۔ اور  
 ساتھ کے ساتھ یہ تنبیہ بھی کر دیتی تھیں کہ یہ ان کی  
 عزت کا معاملہ ہے اور شیک کی لائی سے رکھنا ہے۔  
 منگنی کے بعد اس کی اہمیت کچھ زیادہ ہی  
 بڑھ گئی تھی۔ اس کے والدین اس کی ذرا ذرا سی  
 بات کا خیال رکھتے تھے۔ اور اس کے اتنے چاؤ  
 لاڈ کرتے تھے کہ کہیں بھی وہ خود کو بہت اور ناقص  
 کرنے لگی تھی۔ اس پر اس کے لیے یہ بات بھی بدلتی  
 بخش تھی کہ منگنی کے بعد سدید کے یہاں سے کس نے  
 اگر جانتا کہ نہ تھا بس دوسرے تیسرے روز  
 وہ خود ہی فون کر لیتا تھا۔ جسے ہمیشہ زوں ہی ریسپونڈ  
 کرتی تھی۔ لڑائی میں موجود ہوتا تو پھول کے گدے  
 بونے دیکھو کا ڈھیر لگا دیتا تھا۔ زوں اس کے بچھے

پکینہ پچھلے ۱۰۷ جنوری ۹۹



ہونے چلوں کر غلاموں میں سبھاں اور گھر کا چہرہ  
 بیوہوں سے بھر دیتی۔ ماں سے کہہ کر اس کے گھر سے  
 میں بھی چوں بھوٹا۔ اس پر ماں

کا وقت سدید کی تقریریں میں مطلب امتاں  
 رہا۔ اسے اپنی اہمیت کا کچھ زیادہ ہی احساس  
 دلا گیا تھا۔

اس کے مزاج میں ایک طنز اور نخوت سی  
 پیدا ہوئی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ سدید  
 تو کسی کے سامنے بھی کیلک نہیں ہوگی۔ بلکہ  
 سدید کو ہر طریقے سے اپنے سامنے جھکا کر رہے گی۔  
 خواہ وہ اپنے بیویں میں اس کی جان ہی کیوں نہ  
 لے۔ اس نے انتقام کے موضوع پر بھی ایک

فلم دیکھی تھی۔ جس میں انتقام کی آگ میں جلنے والے  
 شخص نے اس موت پر اپنی اتنی جہتیں بھادیں  
 تیں کہ وہ عورت تو عورت فلم بیویوں نے بھی یہی  
 کیا تھا کہ اس شخص کو اس موت سے بچنے کی جہت  
 پر مگر آخر میں وہ اس عورت کو موت  
 کے گھاٹ اتار کر اس سے اپنا انتقام لے کر ہی  
 رہا تھا۔ جبکہ اس موت کا قصہ صرف اتنا تھا کہ پہلے  
 سے ہی کسی دوسرے شخص سے محبت کر رہی تھی۔ اور  
 اس نے اسے دھوکا دینے کے بدلے میں صاف صاف  
 بتا دیا تھا مگر وہ اس کی جان کا دشمن بن گیا  
 تھا۔ اس نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ کچھ لوگ پہلی  
 طور پر عقل مانتے ہوتے ہیں۔ اور بلا دیر ہی دوسرے  
 کی جہان کے در پے چھو جاتے ہیں۔ اور ایسے ہی  
 لوگوں میں سدید کا بھی شمار ہوتا ہے۔

اصل میں اس کا دل کسی طرح یہ ماننے کو تیار  
 ہی نہیں ہوتا تھا کہ سدید اس سے بڑی محبت کرتا  
 ہے۔ مگر وہ اس کی ساری مہربانیوں اور محبت کو  
 ایک جھنگ بھتی تھی۔ ویسے ہی ہر عقل مند بات پر  
 اور پڑھا لکھا انسان اپنے ارد گرد پچھلے حالات اور  
 واقعات سے بھی بہت کچھ اذکر سکتا ہے۔ جیسا  
 کہ اس کا خیال تھا کہ سب سے پہلے تو دنیا میں ایک  
 سے ایک بڑھ کر حسین اور دولت مند لڑکی موجود  
 ہے جو اعلا و گریوں کی حامل ہے اور سدید جیسے

دولت مند خلیفہ کو ایسی ہی کوئی بہت محنت موصوف  
 لڑکی بڑی آسانی سے مل سکتی ہے۔ پھر آخر وہ  
 پر ہی کیوں مر رہا ہے۔ یہ مہربانیاں۔ یہ محنتیں  
 محنتوں کی یہ بھرپور۔ یہ ہونے کو جھنگ لڑکی کو  
 دینے کا اعزاز اور یہ ہمارے گھر میں روپے پچھلے  
 کی ریل پیل۔ یہ اتنی مشکل سے ثبات اور خوش  
 دنیا میں بلا کسی وجہ اور غرض کے تو نہیں ہو سکتی  
 صاف ظاہر ہے یہ جو کچھ ہور ہا ہے۔ انتقامی جہنم  
 کے تحت ہی چور ہا ہے۔

جب سے تاریخ مقرر ہوئی تھی۔ سسرال سے  
 ہر دوسرے تیسرے دن کے رشتے کے ساتھ ایک  
 نئی صحبت آدمی کو۔ اور وہ بالکل ایسا پوز کر رہی تھی  
 امتاں روایتی مشرقی لڑکی ہو۔ سیر ہر دو پر ڈول کر  
 چرا اور نظریں جھکا کر میٹھا جاتی۔ اور جواب بھی  
 ہونے میں دیتی۔

شادی کی تیاریاں بھی بڑی شد و مد سے ہونے  
 تیں۔ گھر کا نقشہ ہی پلٹ گیا تھا۔ والدین اور  
 بن کے مزاجوں میں نخوت آمیز نزاکت سرایت  
 کر رہی تھی۔ جیسے بھی ایسا تیار ہو رہا تھا کہ وہ شہر  
 ی سوچتی رہ جاتی کہ اس کے باپ کے پاس ہاں  
 اتنی دولت کہاں سے امنڈ آئی۔ جبکہ اسے یہ بھی  
 اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے ابو نے ان دولتوں  
 بیوں کے لیے بنک میں الگ الگ پیسے رکھ رکھا  
 رکھا ہے۔ مگر وہ سمجھتی تھی کہ یہ اتنا کروڑ بھی سدید  
 کے سر ہون منت ہوگا۔

شادی کی اتنی زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں  
 اور وہ محلی کر اب بھی اس شادی کو روکوانے کی تیاریاں  
 کر رہی تھی۔ آسرا اور اس کے گروپ کی چند لڑکیاں  
 ہر دوسرے تیسرے روز اس سے ملنے آجاتی تھیں  
 اور ان کے سامنے وہ ہی ظاہر کر رہی کہ وہ اس قدر  
 سے چننا خوش نہیں ہے۔ لوں بھی تقریباً سب  
 ہیلیوں کو یہ بات معلوم تھی۔ مگر کوئی بھی اس بات  
 کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔ آخر موقع پا کر ایک روز  
 اس نے انھوں میں آنسو بھر کر مٹی سے لہجے میں کہا۔

آسرا پلنے تم ہی میرے خیالات اور دل چاہا  
 خیال کرو۔ اتنا جھگڑا کر یہ کھسک کر سونے کا بن کر بھی  
 میرے سامنے آجائے تو میں اس پر بھی اعتبار نہیں  
 کروں گی۔ دیکھو فیض یہ لہجہ ہی لائف کا معاملہ ہے۔  
 اتنی ناپسندیدگی کے منہ سے کہ ساتھ ہی کیونکر  
 اس سے نہا کر سکوں گی۔ پلنے میری پیاری سی  
 دوست تم کسی طرح میرے خیالات اس شخص تک  
 پہنچا دو۔ بلکہ صاف صاف کہہ دو کہ میں اس رشتے کے  
 لیے بالکل تیار نہیں ہوں۔ اگر مجھ پر زبردستی کی گئی  
 تو میرا اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

اور آسرا نے شخص اس کی خوشی کی خاطر یہ تو  
 کہہ دیا کہ اچھا میں پوری کوشش کروں گی تیار  
 اس پیغام محبت تیار سے خیالات اس تک  
 پہنچانے کے لیے۔ مگر میں ایک بار پھر بھی کہوں  
 حق تو تم حالات سے سمجھو کر کے کی خود میں بہت  
 پیدا کرو۔ اور آسرا نے تو اپنے تئیں دوستی کا حق  
 ادا کر دیا۔ بڑے سامنے سے زوں سے سدید کا  
 فون نہ لیتا اور اسے فون کر کے مہربانیاں صاف  
 صاف بتا دی۔ جواب میں طویل سا ہنکا رہا بھرنے  
 کے بعد سدید نے کہا۔

ہوں۔ یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون کس کے  
 ساتھ زندگی گزارے گا۔ ویسے میں بھی کسی کی عاشقی  
 میں مہربانیاں ہا۔ اصل میں تو وہوں کے پرنس  
 (والدین) کو ہی جلدی تھی۔ وہ جلد از جلد بیجاوی  
 بوجھ اٹھانا چاہ رہے تھے۔ میں نے تو یہ آسان  
 ہی کر کے اپنے کانڈھوں پر اس بوجھ کو اٹھالیا ہے  
 پیغام پہنچانے کا شکر یہ۔

اس نے ملے سے جواب پر آسرا اپنا سامنے کر  
 رہی تھی۔ اس نے سارا جھگڑا دنیا پر اتارا اور اسے  
 خوب کھری کھری سنائیں۔ اور دنیا اپنے آنسو  
 کی کر رہ گئی۔ وہ جو بلند بانگ دعوے کرتی تھی  
 کہ محبت کے حقوق یہ ہوتے ہیں وہ ہوتے ہیں۔  
 اور وہی کسی لڑکیاں فرسودہ روایات اور حالات  
 پر زبوں کو اپنے پیروں تلے روند سکتی ہیں وہ سب  
 بھی دھڑکے دھڑکے رہ گئے۔

پلنے اور بڑی دھوم دھم سے  
 ہونے لگی تھی۔ سبھی کی طرح سبھی لگیا۔ اور وہ رخصت  
 کی ہونے والی تھی۔ مگر کسی کو رخصتی تو اچانک  
 کے بھائی بلکہ دوستوں کے مطابق کیا رہا۔ نہ کہ جلد  
 نہ کہ نہ تھے۔ وہاں بھی انھوں نے سیدھے بارہ  
 کی وجہ سے اس کے بڑے مان گئے تھے۔ لڑکی  
 سے باہر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے تو اس کے  
 آگے بکراؤ لگ گیا۔ پھر دیکھ کر ہر کھتے ہی  
 دو دھڑ سے ہر دھڑکے سے چلے گئے۔ مگر وہ  
 اٹھ کر دو لڑکیوں پر فوٹ اور اس کے پیچھے لگا رہا  
 اور جہاں تک چاہا وہ کرنے کا تعلق تھا تو دنیا  
 کے وقار بننے سے سونے جانا لگی کیونکہ ہونا لگا تھا  
 اور وہیں کی کار پر سے چھا کر لگ گئی۔

بہر حال پھر اسے قرآن کی کیم کی جگہوں میں  
 جملہ عورتیں تک پہنچا لیا۔ پھر لوگوں اور  
 زندہ زینت سے لہجہ لہجہ کی ہر جھگڑا  
 پھر رومات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جن میں خانہ  
 کی بزرگ خواتین ہی شامل تھیں اور اس طرح رات  
 کے دو دن گئے۔ پھر سدید کے لیے آواز پڑی کہ  
 وہ کہاں ہے، اور اب تک کیوں نہیں آئی گی  
 کہہ رہیں اس کی موجودگی میں بھی آکر قیامتیں۔  
 وہ آتے ہی بڑی ہنسی سے بولا۔

بھی کیا ضرورت تھی مجھے بلوانے کی۔ آغا چا  
 گیارہ بار ہا تھا کہ سارا موڈ آف کر دیا ہے  
 اسے یہ گیم کیسے لگا کون سا موقع ہے۔ کہ تو  
 تیار ہی ساگ رات ہے تم تو ایک مقرب خاتون  
 نے جو غالباً سدید کی قریبی عزیز تھیں کہ ایسا جلد کہہ  
 لو کہوں نے مسکرائی انھوں سے ایک دوسرے کی طرف  
 دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔

ٹھیک ہے پھر آپ سب مہربانی سے باہر  
 تشریف لے جائیں اس کے بعد ہی کسی نتیجے پر پہنچی  
 گا کہ یہ کونسی رات ہے۔



اس کے لیے سے ہنوز ہنوز ہی رہتی۔ سب خواتین  
 اس کی بات کو مذاق پر محمول کر کے۔ ہوں  
 بلکہ نکل گئیں۔ تب سید نے باہر جال ہارن چھوڑ  
 میں تاجور کو بیکار کر کیا۔  
 اسے سوتو جوڑی بہ وہ تاجور کو لاڈ میں  
 جوڑی کرتا تھا۔ اور تاجور جوڑا ہی ایرٹوں کے  
 بن اس کی طرف تھری۔  
 یہ سب وہ نیا صوفی جو اس لباس میں کسی  
 اشیا ڈالنے کا تجربہ کر رہا تھا۔ ان کا  
 ڈر تیس ڈر آجیج کرادو۔ میں نے اس موقع کے لیے  
 ان کا ایک خاص ڈر لیں بنوایا ہے۔ یہ ساڈو لے  
 پار میں اس لباس سے سب سے سو نیکادین کا  
 اظہار کر رہی ہیں۔  
 میں زیادہ سے زیادہ پاک نشت میں یہ لباس تبدیل  
 کر لیں۔ اس کا بیکر وہ تیرے سے جلد عروسی کے نکل  
 تیار ہو کر وہ دروازہ کھڑی کہ سوچتی رہی پھر  
 وہ نیا سے طلب ہو کر لولہ  
 یہ جو کہ جانی جانے گئے ہیں آپ نے سن  
 لیا پھر گانا بجا لے۔ پھر آپ اٹھنے کی رخصت گوارا  
 کوئی اور جلدی سے تیرے ساتھ پار میں چلیں  
 اور۔ اس رقیب و غریب صورت حال پر  
 اس کا دل تو یہی جا رہا تھا کہ اٹھنے سے صاف  
 ہٹ کر دے۔ وہ نکل ہی اپنی جگہ بیٹھی رہی۔  
 وہ جس بلور پر رکھیں وہ نہ جواز عروہ میں  
 میں جانی جانے کی کوٹھن سنی پڑے گی۔ یوں لگی  
 ڈر تیس کی تو بیک کرنا ہے۔ شاید بھائی آپ کو  
 اپنے خاص دوستوں سے ملنا چاہتے ہیں تا پھر  
 جانی کی کوٹھ۔ تاجور بیک ہر توڑی رہی نہ سانت  
 اور نہ سب کے اندر میں بات کر رہی تھی مگر اس کا  
 بھروسہ کے چہرے کے تاثرات اس کی فنی کر  
 رہے تھے۔ نہ چاہتے تھے بھی اسے اٹھنا ہی  
 نہ ہو کہ ہٹا کر یا کھڑے کرنے کی صورت میں وہ اگر  
 کہ ایک وقت تو سب کے سامنے اس کی تہذیب ہی  
 ہوتی۔ کہ اس سے کچھ عید نہ تھا۔

پکین پچل ۱۱ جنوری ۱۹۵۱ء

یوں میں رخصت کر کے گھر آئے کھڑے  
 اس کا بھوہ  
 اس کا روٹیا  
 اس کا انداز  
 مٹی کر وہ والہانہ وجود دیا ہر نظر پر  
 ہی اس کی آنکھوں میں غور کرتا تھا۔  
 اس کی غمتوں میں بکتے وہ شروع و شگ  
 جو دوسروں کو سننے اور ہنسنا پر مجبور کر دیتے  
 تھے۔ سب بچے ماند پڑ گئے تھے۔  
 حتیٰ کہ جب اسے رخصت کر کے گھر آیا  
 جی تھا تو اس کی رشتے دار خواتین نے اس سے کہ  
 تھا کہ اپنی دہن کو گود میں لے کر گھر کی دہلیز پر  
 کرادو۔ تو وہ کالوں کی نووں کو چھو کر بولا تھا۔  
 نہیں ہوں۔ میں نے بیوی ویشہ جیسی ہونے  
 کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ تو پھر میں دو تین من کا وہ  
 کیے دھڑکتا ہوں۔ اسے یہ بات تو بہت غم  
 لگی تھی مگر وہ اس کے لیے میں نہیں طنز افروز  
 کو محسوس کیے ہنوز رہی تھی۔ دیکھتے ہی اس کے  
 کے اس سے ہی اس کے ہاتھ پاؤں خندے  
 ہو رہے تھے۔  
 جب باتش کیلئے کیلئے اسے جلد عروسی میں  
 لایا گیا تھا تو آئے والہ انہیں اور ایمانی سامنے  
 کے خوف سے اس کا دل بیوں اچھل کر لپٹ گئی  
 ہو رہا تھا۔ جیسے حلق میں آن اشکا ہو۔ وہ تو کہ  
 قدرت کو ہی اس پر رحم آگیا کہ وہ اسے ڈر لیں  
 تبدیلی کرانے کا حکم صادر کر کے کر کے سے دفاع  
 ہو گیا تھا۔  
 لیکن اب پورے ایک گھنٹے کی محنت شاد  
 کے بعد مشرق عروسی جوڑے کو انار کر۔  
 دہلیز کا لباس۔ ایک اپ اور بیڑا شاکی تبدیلی  
 کرنے کے بعد تو وہ اندر ہی اندر سخت ہنسنا  
 ہو رہی تھی۔ جبکہ بدھسی دہلیز کا لباس اس پر غیب  
 ڈھار ہا تھا۔ تاجور تو اسے اس نرالی رچ و چم  
 دیکھ کر مبہوت سی رہ گئی تھی۔ حتیٰ کہ وہ تینوں۔  
 نادر مشافہیں بھی اس کی تعریف میں جب سنا

تھیں۔ اس وقت پار میں اس کو کسے کی بہادری  
 نہیں ملتی تھی شاید اس لیے تاجور ہی وہاں موجود تھی۔  
 تب شگ رات کے ساڑھے تین بجے سید پر  
 میں داخل ہوا۔ اور اس کی نئی رچ و چم دیکھ کر وہ تین  
 سیٹ سا گھڑا رہ گیا۔ پھر اس نے ایک نظر  
 نادر مشافہوں پر ڈالی جو خور آ ہی پار سے باہر  
 نکل گئیں تو وہ تاجور سے مخاطب ہو کر بولا۔  
 بکریوں جوڑی: کیا دلو نہیں دوں گے اپنے بھائی  
 کے انتحاب کی؟  
 بکریوں نہیں بھائی جان: اب ہی کیا میں تو خور  
 ہی سے آپ کی چوہان کی داد دے رہی ہوں۔  
 بھائی اس لباس کے خوبصورت سفید لباس میں کوئی  
 وزین شہزادی لگ رہی ہیں۔ میں تو کہتی ہوں  
 کہ وہ بیکر گدا اور جاری کے کا سرخ لباس پہننے  
 کے بجائے انہیں طرہ پر جو ہی یہ لباس پہننا چاہیے  
 تھا۔ تاجور اپنے بھائی کے سلیکٹی کی جو کورڈ  
 دیتے ہوئے بول۔  
 اچھا نہیں، اب زیادہ ان کو رچ چاہا ویریل  
 ہی کا ان ضرور ہیں۔ اور اب تم جا کر آرام کرو۔  
 اور رات ہو گئی ہے جس جاگتے ہوئے! اور  
 اس کے بات چیت پر تاجور نے آہستہ سے اپنی  
 زبان مانتوں کے دبائی۔  
 OK wish you a happy life  
 کہتی ہوں پار سے باہر نکل گئی۔  
 تب وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جلد عروسی  
 میں لے آیا۔ جہاں اس نے پہلے سے خوفناک کمرے  
 لگس کر رکھے تھے۔ جو ان دو توں کے اندر داخل  
 ہوتے ہی آپ ہی آپ حرکت میں آگئے۔ خود اس  
 نے بھی ایک کیمروہ اٹھالیا تھا اور ہر زاویے سے  
 اس کی نگہریں لیتا رہا تھا۔ اسی اثنا میں وہ  
 پھر کا بھری بنی تصویریں کھینچا رہی۔ اس نے  
 ایک ایک نظر لگایا۔ یہ سلسلہ تقریباً آدھے  
 گھنٹے تک جاری رہا۔ تب کہیں جا کر کیمروں کی  
 جلا جوند بند ہوئی۔ وہ ڈر لیں کے پاس دیوار سے  
 لگی خالوں کھڑی تھی وہ اس کے نزدیک آکر بولا۔  
 تھیری تو آنکھیں کھل گئیں اور جیس بدھو

پکین پچل ۱۱ جنوری ۱۹۵۱ء

کی سلیکٹی پر تکیہ سکرے کا جس بہت عرق  
 ہے۔ تم کم از کم اپنا چہرہ آئینے میں دیکھ لو  
 مگر وہ ساکت اور خاموش تھری رہی تو دل  
 تو اس کے عجیب و غریب انداز پر پہنچے ہی ہوئی  
 کہ اندر میں آئے ہوئے شگ رات کے رچ و چم  
 کہ اٹھ دماغ کا اشاریہ صدمہ اس طرح پیش  
 آئے۔ اور اس کے ساتھ ہی سلیکٹی کر کے  
 یہ تمام واقعی برسی خند کی ہو مگر یہ میرے  
 تم کیلئے نہیں بلکہ اس طرح اپنی شکل دیکھ لو۔  
 تھیں اس شخص اس میں کا جود دیکھنے کا سلیکٹی کی  
 سلیکٹی یا نہیں؟ ان اس کی اس طرح بات  
 سے اس کا دل دہل گیا اس نے بولے ہوئے بکری  
 اٹھا لیں اور کھینچنے میں اپنا کمر دیکھا۔ تو اپنا  
 روپ دیکھ کر وہ کھڑکی پر گر پڑی۔ کہ کر کوئی۔  
 خوش آیا تھری پھر تو وہ اپنا یہ من و حال دیکھ  
 کر کہی۔  
 اور تو کیا یہ میں ہی ہوں۔ میں دو نیا  
 مگر وہ میں اس کے عقب میں اس سے بیک  
 ہی کھڑا تھا۔ اس لیے وہ خود کو لنگر بھر گئی نہ  
 دیکھ سکی۔  
 وہاں اب بتاؤ اب کیا سلیکٹی رو اور کہیں  
 تم سے اس روز تو تم نے اپنے گستاخنے فحاشات  
 مجھ پر آشکار کیے تھے۔ جبکہ میں محض تم سے بات  
 کرنے کی غرض سے تھیں یہاں لایا تھا۔ مگر تم نے  
 میری نیت پر اس روز بھی شک کیا اور پہلے  
 کر کے رہی۔ تم نے ہر ایک سے میری برائی کی  
 ہے۔ بلکہ میرے بارے میں دوسروں کا اچھا نہیں  
 خواب کرنے کی کوٹھن کی ہے تم نے اپنی فریڈ  
 کے یہ بھی کہ دیا کہ اگر تم سے میری شادی ہو  
 گی تو تم بھی مجھے اپنا شوہر تسلیم نہیں کرو گے۔  
 لی کوڑا کی ایم اسے میں ایک (جنون) بھول  
 میں جو کہ میں ہوں اب تمہارا شوہر ہوں۔ شکرا  
 جائز وارث۔ اور اب میں تم سے اپنے شوہر  
 پہلے کا پورا پورا حق وصول کروں گا۔ چلو آرام  
 سے بید پر بیٹھاؤ۔ اس طرح کب تک کھڑی







کارروائی مکمل کر لی ہے اور جلد ہی تم سے  
رابطہ کروں گا

فقط دھاگو

تمہارا باپ

ان چند سطور نے اس کے دل کو بڑی دھندل  
بند حال بنی۔ اس خیال سے وہ خوش اور مطمئن  
تھی کہ اس کے والد نے اس کے خط کی تردید کی  
میں نہ مخالفت۔ بلکہ وہ اسے اس کی خواہش کے  
خلع دلوانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اب وہ مفہوم اور  
رہنے کے بجائے مطمئن اندر سکون سی ہو گئی تھی اور اس  
قید نہائی سے رہاں اور اس شوق دل سے غایت  
پانے کے بارے میں سوچ سوچ کر خوش ہوئی تھی  
اور مستقبل کے لیے خوش آئند منصوبے بناتی رہی  
تھی۔ گھر گھر محنت کش انتظار بنا ہوا تھا مگر  
امید تو تھی کہ والد کس روز بھی آجائیں گے۔  
پھر کئی روز سے جان لیوا انتظار کے بعد ایک

دن صبح دس بجے کے قریب اس کی والدہ اور اس کی  
بہن زوبیا اچانک ہی اس سے ملنے آگئیں۔ یوں تو  
ملاقاتیوں حتیٰ کہ رشتہ داروں کی آمد پر بھی پابندی  
لگی ہوئی تھی مگر چونکہ وہ اس کی ماں اور بہن تھیں  
اس لیے شاید ان کے ساتھ رواداری برتی گئی  
تھی۔

ماں کو دیکھ کر وہ خود پر قابو نہ پاسکی ان کے گلے  
سے لگ کر اتار روٹ اتار روٹی کہہ پھیل بندھ گئی۔  
جبکہ زوبیا اسے اس طرح بلکتا دیکھ کر ہر اسامی  
کر ادھر سے ادھر دیکھنے لگی۔

• افوہ بھو! پلیر ان ملازماؤں کے سامنے آنا  
تو نہ روٹیں بڑا اونگڑا لگ رہا ہے

اس نے دنیا کے کان کے قریب نہ لے جا  
کر آہستہ سے کہا۔ تو جاؤ یہ سلطان نے بھی جو  
آبدیدہ کی ہو گئی تھیں اس کی پیٹھ تھپتھا کر آہستہ  
سے کہا۔

• ہاں بیٹی! اتنا نہیں روٹیں اب تو ہم آگے  
ہیں تمام بالکل فکر نہ کرو تب وہ آنسو بونچھتی ہوئی  
ماں سے الگ ہوئی۔ چاہتی تھی کہ زوبیا کو بھی لے

کہہ کر سہل تیزی سے باہر نکل گئی۔  
دروازے بھی ایسے مٹوس تھے کہ زور رکھنے  
کے باوجود بھی کھل کر نہیں دیتے تھے۔ شاید باہر  
سے ناک کر دیے جاتے تھے۔  
بہر حال اگلے روز سہل ایک موٹی سی کاپی اور ایک  
عدو بین لے کر آئی اور بستر کی چادر بدلتے وقت  
اس نے تنگے کے نیچے دونوں چیزیں چھپا دیں۔ اور  
پھر آہستہ سے اس نے کہا۔  
"اگر یہ دونوں چیزیں دیکھ ل گئیں تو میری شامت  
ہی آجائے گی۔" سرکار

نہیں ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ تو یہ تمہارا انعام ہے  
اسے بھی سنبھال کر رکھنا یہ اتنا کہہ کر اس نے مٹوں  
میں دبی پیرے کی گھنٹی کی انگوٹھی اسے ستمادی جبکہ  
وہ نہ نہ ہی کرت رہ گئی۔  
کاپی اور قلم مل جانے کے بعد اس نے بڑے  
دروناک انداز میں اور بڑی تعفیل سے اپنے والدین

کو اپنی حالت و نارے آگاہ کر کے بڑے مہربانہ  
انداز میں ان سے درخواست کی کہ وہ اسے سلیڈ  
کے چنگل سے آزاد کرائیں۔ اس نے انہیں یہ بھی  
لکھ دیا کہ سلیڈ اسے کسی قیمت پر طلاق نہیں دے  
گا۔ اور تمام عمر جس بے جا میں رکھے گا۔ لہذا کوٹ  
کے ذریعے اس کی طرف سے طلاق کا دعویٰ کیا جائے۔  
کر بس یہی ایک راستہ ہو گا سلیڈ کی قید سے نجات  
پانے کا۔

اس نے یہ خط لکھ کر اپنی ایک اور قیمتی انگوٹھی  
سہل کو دے کر لفاظی ملگوا یا اور اسے اچھی طرح بکھا  
دیا کہ وہ خود ڈاک خانے جانے اور یہ خط اپنے ہاتھ  
سے رجسٹر ڈکرائے۔

اسے امید تو یہی تھی کہ اس کا خط پڑھتے ہی  
اس کے ابو سلیڈ سے رابطہ قائم کر کے سلیڈ اس  
کے پاس آئیں گے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ البتہ خاصے  
جان لیوا انتظار کے بعد ایک روز اسے اپنے ابو  
کا چند سطری خط ملا جس میں لکھا تھا۔

"میں نے تمہاری حالت زار کے پیش نظر  
اور تمہاری خواہش کے مطابق ساری



بقیہ : محبت ساری زندگی کے لئے

ہے۔ اے ملکہ زوں! تو گھر کے اس حصے کی خوبصورتی دیکھنے میں غور کر۔

تم کیسے ہو زوں! آخر اس سفر خود ہی زوں کی خیریت پوچھیں اسلئے میں ملازماؤں، کنڈل اور مٹن کے سامنے بہن کے گھر کو دیکھنے میں اتنی محویت اسے بالکل مناسب نہیں لگی تھی۔

”بالکل ٹھیک ٹھاک : زوں بدستور گھر کے در و دیوار پر نظر میں دوڑاتی ہوئی ہو۔“

”بھو! یہ قید خانہ تو بڑا خوبصورت ہے آپ کا۔ یوں لگتا ہے جیسے اسے کلاس دی گئی ہے آپ کو۔ ضرورت کی ہر چیز موجود ہے بعد ان دونوں منیڈرز کے : زوں خود کلاسی کے سے انداز میں گھر کا جائزہ لیتے ہوئے ہوئی۔ قاس نے انگریزی میں اس سے کہا : ”تھیں یہ ریالاٹو کرنا چاہیے کہ یہاں دو خدا مائیں بھی موجود ہیں اور ان کی موجودگی میں تم کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ اور کیا تم مجھ سے ملنے آئی ہو یا اس گھر کی خوبصورتی دیکھنے؟“

”ملنے بھی آئی ہوں اور اس خوبصورت قید خانے کو دیکھنے بھی۔ مگر آپ ان دونوں ملازماؤں کو باہر کیوں نہیں بھیج دیتیں۔ ان کی وجہ سے تو ہماری پرائیویسی ہرٹ ہوگئی۔“

زوں نے جواب اردو میں دیا تھا : ”یقیناً یہ ہوا کہ دونوں اشارا پاتے ہی دونوں ملازماؤں فوراً باہر چلی گئیں۔“

”کمال سے تم نے تو ان لوکرانیوں کے سامنے شرمندہ ہی کر کے رکھ دیا۔ اس پھر آئی تھیں میرا غم غلط کرنے اور اس گھر کو نندیدوں کی طرح لوٹ دیکھ رہی ہو۔ جیسے سسی پھر وہی جو جہنم جہنم سے گیا۔ تم نے پہلے کبھی خوبصورت گھر نہیں دیکھے؟“

”نہیں دیکھے تو نہیں مگر اتنے خوبصورت قید خانے نہیں دیکھے باقی دادے کتنے کمرے ہیں اس میں : زوں نے اس کے ملامت آمیز لہجے کو یکسر اہمیت نہیں دی۔

”اگنی تن رہی آپ یہ زوں میرے زوں بد مرہم رکھنے کے بجائے ٹھگ چھڑک رہی ہے۔“

”کیا آپ اسے اسی لیے اپنے ساتھ لائی ہیں : اس نے ٹھگ ٹھگ مائیں سے کہا۔“

”ہاں واقعی زوں! میں دیکھ رہی ہوں کہ تم حد سے بڑھ رہی ہو۔ بہتر یہی ہے کہ خاموش رہو : ماں نے زوں کو گھر کا۔“

”لیکن امی میں کسی خوش وقتی میں تو نہیں آئی ہوں۔“ بھو کا خط پڑھ کر سب سے زیادہ میں ہی بھرپور نشان ہوئی تھی نا۔ اور میں نے لندن فون کر کے کیسی بے نقط سنانی تھیں ان کی بہن صاحبہ کو۔ اور اب جبکہ ہم خلیج کا دعویٰ فار کرنے جا رہے ہیں تو نہیں ہیں تو اس ساری سچوٹیں کا جائزہ لینا چاہیے آئیے وقت منافع کرنے سے بہتر ہے کہ پہلے ان کمروں میں گھوم بھر کر دیکھ لیں آئیں نا! آئیڈل بھو آپ بھی : زوں نے اس کمرے کی طرف دیکھ کر بڑھلے۔ جہاں ٹی وی، وی سی آر وغیرہ لگا ہوا تھا۔ ماں خاموشی سے اس کے پیچھے آئیں تو دونا کو بھی آنا پڑا۔

”اچھا تو یہ ٹی وی روم ہے : زوں ہوئی۔“

”ہاں اور یہ سامنے والا بیڈ روم ہے۔ ادھائی کمر اور دو سلٹنے کرنے میں ہے اور بس : بڑی کو وقت کے عالم میں اسے بتانا پڑا۔“

”اچھا اچھا پہلے بیڈ روم دیکھ لیتے ہیں بعد میں وہ کارنر والا کمرہ بھی دیکھ لیں گے۔“

زوں اس کے بتانے پر ٹی وی روم سے نکل کر بیڈ روم میں پہنچ گئی۔ پھر اس نے ڈریسنگ روم بھی دیکھا۔ جہاں وارڈرو ب ناٹیشنز اور دیگر کپڑے بھرے پڑے تھے۔ پھر وہ پارلر کے ہونے تک آپ روم میں آئی۔ جہاں پوری دیوار کے ساتھ میاں سے وہاں تک آئیے لگا کر کرسی تھا۔ الماریاں کھینیں اور الماریاں بھی قیمتی ملبوسات کے ان بڑی تھیں۔ ایک الماری کھولی تو سامنے ہی ایک کٹ ورگ کے فریم کا بڑا سا آئینہ نظر آیا۔ جس کے دائیں بائیں اور نیچے حصے میں زیورات کے سیٹ رکھے تھے۔ زوں نے ایک نظر ماں کی طرف دیکھا اور پھر صحت کی طرف نگاہیں اٹھا کر ہل گئی۔



کاش اتنا قیمتی اور خوبصورت قید خانہ مل جاتا تو آئی سویرائی میں تو یہاں عمر قید کاٹنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔

اس بات پر تنگ کر دینا تو کچھ کہنا چاہا۔ مگر ماں نے ذوق کو بڑی طرح جھڑکا۔

”یہ تم کہنگلوں کی سی باتیں کیوں کر رہی ہو زوں۔ جس جگہ انسان کو چین نہ ملے وہ جگہ اگر سونے کی بھی ہو تو کاسٹوں کی طرح چبھتی ہے۔ بس بیت ہو یا اب خاموش ہی رہو تو بہتر ہے۔“

”آف۔ سویری امی۔ مجھے اس بات کا تو انوس ہے کہ بچو کو اتنے دن تک اسی قید تہائی کی اذیت برداشت کرنی پڑی۔ زوں نے دو ٹیالے خوابگاہ سے نکلے ہوئے کہا۔

”اب وہ سانسے والا آخری کمرہ ہی رہ گیا ہے۔ کیا وہ لاکڈ ہے میرا مطلب ہے میں وہ ٹائیچر میل دیکھنا چاہتی ہوں جہاں فیکٹریوں کو اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں؟ اور وہ غصے میں زوں کو کچھ برا بھلا ہی کہنا چاہ رہی تھی کہ داخلی دروازے سے داخل ہونے کا جو رستہ زوں کی بات کے جواب میں

کہا۔

”ٹائیچر میل یہاں نہیں بلکہ اندر ہے زوں۔ آئی میں دو ٹوں کو دکھاؤں گا میں آپ بھی میرے ساتھ چلیں بھابی۔“

تب تا جو رستہ کی اچانک آمد پر تینوں مل بیٹوں نے مکا بٹنسی ہو کر ایک دوسری کی شکل دیکھی پھر خشک ہوتے محض سے بشکل آواز نکال کر۔

جاذبہ سلطان بولیں۔

”ارے نہیں تا جو ر بٹی! یہ زوں بیا کی عادت ہی کچھ اتنی بے ہودہ ہے کہ وقت دیکھتی ہے نہ موقع

بس اسے ہر وقت مذاق ہی سوچتا رہتا ہے۔“

لیکن آئی! صاف گولی معاف! یہ مذاق کا کوئی موقع نہیں ہے۔ اصل میں بھابی نے آپ کو اپنی

جو روداد لکھ کر بھیجی تھی ماسی کے پیش نظر زوں بیا بھی اپنے دل کے خدشات کو زبان دینے پر مجبور ہو

گئی ہیں۔ خیر آئیے آپ لوگ میں آج آپ کو وہ جگہیں بھی دکھا دوں۔ تا جو ر نے انتہائی سنجیدگی

سے کہا۔

”ارے نہیں بٹی! ہم وہ جگہیں دیکھ کر کیا کریں گے۔ ہم تو خود دھوکے کی دھیرے ایک علیجان میں مبتلا ہو گئے ہیں۔“

”ہاں بلکہ پڑ لڑ ہو گئے ہیں کہ کہیں تو کیا کریں؟ زوں نے گویا فقرہ سادیا۔

”جہاں تک کچھ کرنے کا معاملہ ہے تو اس کا فیصلہ بھی سوچنا ہے آپ چنداں فکر نہ کریں۔ اور اس وقت میرے ساتھ چلیں خاص طور پر بھابی صاحبہ آپ!“

تاجوہ انتہائی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ اور ان تینوں کو باہر چلنے کا اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ اس کے آگے آگے باہر آ گئیں۔

باہر ایک خاصا طویل آراستہ اور پیرا سرور کا ڈھ تھا۔ جس کے اطراف میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ اور کورڈر کے اختتام پر اتنے زمین طریقے سے محراب دار دروازے پیچھے بنائے گئے تھے اور لائٹس کا کچا لیا انتظام تھا کہ بندہ سو رہا ہو کر رہ جاتے۔

محراب دروں کے پیچھے جو لیتے خوبصورت اور قیمتی فائوس اور سر فائوس کے نیچے جلتی ہوئی روشنی کے مطابق دبیر غلامیہ اور روشنی اور قالینوں کے رنگ کے مطابق انتہائی قیمتی صوفے کے فردہ نمیز مع آرائشی اشیائے۔ زوں کی کو تو لیں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی طلسم زار میں آگئی ہو۔

وہ سحر زدہ کی تا جو ر کے پیچھے چل رہی تھی ایک جگہ کی تو تا جو ر نے گردن موڑ کر کہا۔

”یہ پورا حصہ بھابی جان کی شریک حیات کے لیے بنایا گیا ہے۔ بلکہ بھابی جان نے خود اپنی نگہانی میں بنایا ہے۔ اندر جو سینگ ہے اس کا حسن دیکھو گی تو تمہاں خیر ہو کر رہ جائیں گی۔

لیکن سویری موقع ہی کچھ ایسا ہے کہ میں کوئی ایک چیز بھی آپ کو نہیں دکھا سکتی۔ ماسوا ٹائیچر میل کے۔“

اس کی باتوں میں جو ہلکی ہلکی کشک تھی ماسی نے جاذبہ سلطان کے ہونٹوں پر بھی مہر لگادی تھی، اگر کوئی متاثر نہیں تھی وہ صرف دو تہائی بھابی



لا تعلق سے تاجور کے ساتھ چل رہی تھی۔  
 بہت سارے کمروں کو جوڑ کر کے بالآخر تاجور  
 ایک ایسے کمرے کے آگے آگے جس کے آبنوی  
 دیو قامت دروازے پر مقوشے خالصہ پر مڑی  
 بڑی نوکدار منبری کیلیں چک رہی تھیں۔ اور کتا  
 پر چار طرف بڑی نفیس گولڈن بیس بن چول  
 تھیں۔ تاجور نے ٹھکر جاؤ بہ سلطان کو طلب  
 کرتے ہوئے کہا۔

آئیے آئی میں آپ کو تاجور چریل دکھاؤں۔  
 ویسے یہ حق ایک ہزار گز مرشل ہے اور جان جان  
 کے لیے فتنے کر دیا گیا ہے۔

اتنا کہ تاجور نے دروازہ کھولا تو یہ تاریک  
 ہے ہال میں اچانک ہی روشنیوں کی چکا چوندی ہونے  
 لگی۔ یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جس کی چت گنبد  
 کی طرح بنی ہوئی تھی۔ اور اس ہال میں چت پر  
 دیواروں پر دروازوں پر گویا ہال کے ایک ایک  
 چتے میں دو دنیا کے پہلوؤں کی تصویر موجود تھی۔ جن  
 میں بعض تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بول ہی نہیں

گ۔ اور بعض متحرک تھیں۔ ہر تصویر میں دنیا اتنی  
 حسین لگ رہی تھی کہ سینوں میں بیٹیاں دم بخود  
 کی دلیلیں پر محسوس کر انہیں دیکھ نہ لیں۔  
 "آئیے! یہ ہے تاجور چریل۔ میرے اکلوتے بھائی  
 کی بہن کی جنت کا جوت۔ یا پھر میرے بھائی کو بے اعتنائی  
 اور بے وفائی کی اذیت پہنچانے والا۔ تاجور  
 بڑی اندر دل سے بول۔

میرے بھائی کا صرف اتنا تصور تھا کہ وہ جو  
 ایک زیادتی کی بنا پر کچھ غلط سلط باتیں منہ سے  
 نکال بیٹھے تھے۔ ان کا ازالہ کرنے کے لیے اور جنہوں  
 سے مجبور ہو کر وہ بڑے بے ڈھنگے پن سے اظہار  
 محبت کرتے رہے۔ اور جہاں کہیں کہ خدا نے کرے  
 وہ بیکر ودر۔ میں۔ اس پر ہمارے گزرتے بھی  
 اپنی انٹی سیدی باتوں سے ان کی طرف سے ان کا  
 اہم لپٹن خراب کر دیا۔ اصل میں آئی ہمارے خاندان  
 میں یہ بھی ایک بہت بڑی خامی ہے کہ ہم چوٹی  
 چوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے دل بڑا کر لیتے

ہیں۔ اور چھوٹے دل کی جڑ اس بہت غلط طریقے سے  
 دوسروں کے سامنے نکال کر دوسروں کے بھی ہر  
 جانب کر دیتے ہیں جس کچھ یہی سلطت آباں مابوں  
 کہ ہم کے موقف پر جہاں کے ساتھ ہوتا تھا۔ مگر اس  
 وقت جس زیادتی انہیں کی تھی۔ مگر جان جان نے  
 اسے اپنی زیادتی پر محسوس کیا۔ پھر جس جان نے  
 کوئی دفعہ باقی نہیں چھوڑا۔ ان کی بڑی اندلٹ  
 کی اور انہیں ہر جگہ بدنام کیا۔ تاجور ایک مہذب  
 کے عالم میں نہیں رہتا۔

ہاں اس پر تو یہ جادو سلطان نے کچھ کہہ پایا  
 تو تاجور ان کی بات کاٹ کر بول۔

آئیے! آپ اور انکل اس وقت جس مقصد سے  
 آئے ہیں اس کا علم جان جان بہت ہم سب کو ہی  
 تھا۔ معاف کیجئے گا ہم نے وہ خط جو جہاں نے غلط  
 کا دعویٰ کرنے کے سلسلے میں آپ کو لکھا تھا اور آپ  
 کی طرف سے اس کا جواب ہم نے پڑھ لیا تھا۔ اس  
 لیے ہم نے پہلے سے ہی آپ کی اور جہاں کی پریشانی  
 کا حل تلاش کر لیا ہے۔ پلیز آپ میری بات  
 اطمینان سے سنیں۔

جادو سلطان کو کچھ کہنے کے لیے بے چین دیکھ کر  
 تاجور نے گفتگو کے دوران رگ کر کیا۔  
 ہاں کہہ رہی ہیں تو شروع ہی سے تھپادی سن  
 رہی ہوں۔

اصل میں چونکہ آپ لوگ غلط کا دعویٰ عدالت  
 میں دائر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ہمیں یہ بات  
 اپنے خاندانی وقار اور عزت کے منافی لگی کہ ایک  
 بیٹی اور گھریلو معاملہ کو عدالت کے ذریعے لڑایا  
 جائے اس لیے ہماری جان نے خود یہ فیصلہ کیا  
 ہے کہ بلا کسی تاخیر کے خانووش سے جہاں کو طلاق دے  
 دیں گے۔

ارے نہیں جی! یہ کیا کہہ رہی ہو تم ہم غریب  
 ضرور ہیں مگر شریف اور خاندانی ہیں یہ ہماری ہی عزت  
 کا معاملہ ہے۔ اور ہم اس وقت خدا کو خواستہ معاملہ  
 بگاڑنے یا غلط دلوں کے خیال سے ہرگز نہیں  
 آئے۔ بلکہ معاملے کو سلجھانے اور اسے سمجھانے

پاکیزہ سچل ۳۵ جوری ۹۵

آئے ہیں۔ جو جب آپ کی بات سمجھیں  
 ہاں! زوں جو اب تک عمر زدہ کی کٹوری تھی۔  
 غنیزہ کے اندر میں بولی۔

نگین! ان ایم سیدی آئی! اب تو کہنے اور  
 سنانے کا وقت ہی گزر چکا ہے۔ جان جان  
 نے طلاق کے کاغذات مکمل کر لیے ہیں۔ اب تو  
 آپ جہاں ہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ ویسے جب جہاں  
 کی دلی خواہش۔ یہاں ہے تو یہ۔

مگر اس کے جواب میں جادو سلطان نے  
 راکت کی کٹوری دو دنیا کو جو سلسلے میں اس مقدمہ  
 مقور کو ایک حکم دیکھے جا رہی تھی جو مقولہ دکن  
 کے روپ میں مل گئی تھی بازو۔ یہ پڑا اور زور زور  
 سے جلاتے ہوئے جنونی سے ہلڑ میں کہنے لگیں۔  
 "نہیں یہ اس کی دل خواہش کیسے ہو سکتی ہے  
 اسے کہ نفیس لڑکی بھاری لیے طلاق نامہ تیار  
 کر لیا گیا ہے۔ سیدی فیماں تھیں طلاق دے رہے  
 ہیں جے میں اسے جیت لڑکی۔ یہاں ہی پیدا  
 کرنے والے کی مٹ کر کہتی ہوں کہ اگر فیماں طلاق  
 ہو گئی تو میں بھی زندہ نہیں رہوں گی۔ میں خود کو

اس وقت شوٹ کر لوں گی۔ تمہیں اچھی طرح معلوم  
 ہے کہ میں کہیں جوئی مٹ نہیں سکتی۔ ماں نے  
 مہذب کے عالم میں اسے بڑی طرح مضبوط ڈالا۔  
 "میں۔ نہیں نہیں مرنا تو مجھے چاہیے ائی۔  
 وہ جیسے اکدم ہی چوٹ میں آگئی۔ اور تاجور کو  
 غائب کر کے بولی۔

سیدی کہاں ہیں تاجور؟ کہاں ہیں وہ پلیز  
 تاجور جلد ہی بتاؤ۔ جلدی کرو۔  
 تو تاجور نے ایک تلخ سی مسکان کے ساتھ  
 اس ہال سے باہر نکلتے ہوئے دد کو سنے میں ایک  
 دد وارنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔  
 "جان جان اس کمرے میں ہیں شاید آپ  
 کے والدین ان کے پاس ہی بیٹھے ہیں۔"

مگر اس نے تاجور کا دوسرا فقرہ سنا ہی کہاں  
 اس کمرے کی طرف تیزی سے دوڑ لگاں اور دنگ

میں دروازے پر پہنچ گئی۔ اور اسے سمجھ گیا  
 کھول کر بلا توقف اور تامل اندہ داخل ہو گئی۔  
 یہ ایک آرام ستا اور پراست بڑی شاندار کیونکہ  
 تھی۔ جو نیم تاریکی میں گولی چول تھی۔

سیدی سیدی آپ کہاں ہیں سیدی؟  
 سیدی جاکت صوفے پر نیم وا آٹھن کے ساتھ  
 خاموش بیٹھا کہ سوچ رہا تھا۔

اس کی لڑتی تھی اور اچانک آدھروہ بڑی  
 طرح چٹکا اور گھڑا سوجید نیم تکیے سے مائل  
 میں وہ اسے کھڑا ہونے دیکھ کر تھکی سیدی  
 کہتی وہ سیدی اس کی طرف بڑھی آئی۔ سیدی  
 نے کچھ کہنے کے بجائے سٹیئر ٹیبل پر رکھ کر طلاق  
 کے کاغذات اٹھا کر اس کی طرف پڑھا دیے۔ مگر  
 اس نے ان کاغذات کو اس کے ہاتھ سے لے کر  
 دودھ چھینکے ہوئے کہا۔

نہیں نہیں سیدی! مجھے طلاق نہیں آپ کا  
 ساتھ چاہیے۔ آپ کا ساتھ۔  
 وہ گھوڑی آواز میں اتنا کہتے کہتے سیدی  
 کے سینے سے ہاتھ لگی۔

میں بہت بڑی ہوں سیدی۔ آپ کو اذیت  
 پہنچانے وال۔ آپ کے بچے پارک ناقدی کو  
 وال۔ مگر سیدی میں نے سزا و نعت کے باوجود  
 آپ کو چاہا ہے۔ یہ سب اس وقت تک ہر نفس  
 سے اڑ کر کہیں کہہ رہی ہوں کہ یہی جہاں ہوں  
 جی میں نے سوائے آپ کے کسی اور سے بے باک  
 میں سوچا ہی نہیں۔ اب میں آپ کو کیسے نہیں  
 دلاؤں سیدی!

مگر سیدی نے اس پر جھک کر اسے مزید  
 کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس کا اصرار  
 ساری زندگی کے لیے کافی تھا۔

پاکیزہ سچل ۳۵ جنوری ۹۵